

## رزقِ حلال کی اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبِلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُمْ  
الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُّوا... اعْمَلُوا وَاصْلِحُوا}، وَقَالَ: {يَا أَيُّهَا  
الَّذِينَ آتَيْنَاكُمُ الْكِتَابَ مَا رَأَيْتُمْ فِيهِ قُنْكُمْ}، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ،  
أَشْعَثَ، أَغْبَرَ، يَمْدُدُ يَدِيهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعُمُهُ حَرَامٌ،  
وَمَشْرِبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذَىٰ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ  
لِذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. ①

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ پاک ہے،  
وہ پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے مونموں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا، اللہ نے فرمایا:  
”رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو تم عمل کرتے ہو میں انہیں خوب جانے  
والا ہوں“ ② اور اس نے (مومنوں سے) فرمایا: ”مومنو! ہم نے جو پاکیزہ چیزیں تھیں دی ہیں  
ان میں سے کھاؤ۔“ ③ اس کے بعد آپ نے اس شخص کا تذکرہ کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ اس کے  
بال پر اگنده اور وہ غبار آ لو دھو۔ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے (اور کہے) میرے رب! میرے  
رب! مگر اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا بھی حرام دی گئی تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟  
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

### صحابی الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رض کے تعارف کے لیے دیکھیے گز شترہ حدیث۔

① مسلم: ۱۰۱۵ . ② ۲۳ / المؤمنون: ۵۱ . ③ ۲ / البقرة: ۱۷۲ .

### شرح الحدیث

اس حدیث میں رزق حلال کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ اول تو انَّ اللَّهَ طَيِّبٌ فرمایا۔ پھر یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم رسولوں کو دیا وہی حکم اہل ایمان کو دیا۔ رسولوں سے گُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ جب کہ اہل ایمان سے گُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ فرمایا۔

زیر مطالعہ حدیث میں یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ طیب (پاکیزہ) چیزیں ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی اعمال اور اقوال قبول ہوتے ہیں جو پاکیزہ ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَيْهِ يَضْعُدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ ﴾ ۵

”تمام پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک اعمال کو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اٹھایتا ہے۔“

کسب حلال اور اکل حلال اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے جس کی قرآن و حدیث میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّوا مِنَ الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوطَ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾ ۶

”لوگو! زمین کی حلال پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ! اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

حدیث مبارکہ میں اکل حلال کے ناتھ ساتھ عمل صالح کا بھی حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے رزق حلال کی بنابری نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ نیزان اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

اس کے برعکس حرام مال سے کیا گیا صدقہ قبول نہیں ہوتا، ارشادِ نبوی ہے:

”بغير طهارت (وضوء) ادا کی گئی نمازاً و غلوں (مالی خیانت) سے دیا گیا صدقہ اللہ

① ۳۵ / فاطر: ۱۰ . ۲ / البقرة: ۱۶۸ .

قبول نہیں کرتا۔<sup>۱</sup>

ایک اور حدیث میں ہے:

”جو شخص مالِ حرام کمائے اور پھر اس میں سے صدقہ کرے، اسے اس پر کوئی اجر نہیں ملتا بلکہ اس کا وصال اس پر پڑے گا۔“<sup>۲</sup>

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ شَرِبَ الْحَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةً أَرْبَعِينَ يَوْمًا .<sup>۳</sup>

جس شخص نے شراب پی، اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کرے گا۔<sup>۴</sup>

رزق حرام کی شناخت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عاجزی و اکساری سے ہاتھ اٹھا کر یارب کہہ کر دعا کرنے والے کی دعا اس لیے مسترد کر دی جاتی ہے کہ اس کی آمد نی حرام کی تھی۔ اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام کا تھا اور حرام غذاء ہی اس کا جسم پروان چڑھا تھا۔

آج ہماری دعائیں بے اثر کیوں ہیں؟ عبادات میں وہ اثرات کیوں نہیں ہیں اور ہماری دعوت و تبلیغ میں وہ پذیرائی اور اشاعت کیوں نہیں ہے جو بزرگوں اور صلحاء کی دعاؤں، عبادتوں، دعوت و تبلیغ اور گفتگو میں تھی، اس بات کو ہر شخص تھوڑے سے غور و فکر اور تأمل سے سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت ہمارے معاشرے میں ناجائز آمدینوں، حرام کی کمائیوں، رشوتوں، سود، جوا (جیسے لاڑیاں، ریفل نکٹ، انشورنس، پرائز بانڈ، لائف انشورنس) نیکیں چوروں، غبن و حرام کے کاروباروں، ناجائز تجارتیوں اور دھوکے کی آمدینوں کی بھرمار ہے۔ سود پورے معاشرے میں سرطان کی طرح

<sup>۱</sup> مسلم: ۲۲۴۔

<sup>۲</sup> ابن حبان (الاحسان) ح: ۳۳۵۶۔

<sup>۳</sup> ترمذی: ۱۸۶۲، نیز دیکھیے صحیح الجامع: ۶۳۱۲۔

<sup>۴</sup> قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل پر خوش نہیں ہوتا اور نہ اسے اجر ملتا ہے تاہم اس کا فرض ساقط ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: جامع العلوم والحكم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الكلم للامام ابن رجب حنبلي ص: ۱۳۲، ط: ۱، جمعية احياء التراث الاسلامي، الكويت۔

اگر کر گیا ہے اور رُگ دریشے میں پیوستہ ہو گیا ہے۔ ①  
اس صورت حال میں دعاوں میں تاثیر کیسے پیدا ہو؟ ②

### اذکار الحدیث و فقہ الحدیث

① اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

② اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ اور حلال اشیاء قبول فرماتا ہے۔ (حرام مال کا صدقہ قبول نہیں ہوتا)

③ مرد و عورت اور آزاد و غلام تمام اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کھانے کا حکم دیا۔

④ حدیث قرآن کی تفسیر بھی ہے۔

⑤ رسولوں کو اپنے اپنے زمانے میں رزق حلال کھانے کا حکم دیا گیا کیونکہ ان کے ادوار مختلف تھے۔

⑥ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ انبیاء و رسول ﷺ جیسے اعمال اپنا میں۔ (پہلے انبیاء ﷺ کی حلال کردہ طیب چیزوں ہمارے لیے بھی حلال ہیں۔)

⑦ اعمال رزق حلال کے ساتھ قبول ہوتے ہیں۔

⑧ نیک اعمال کرنے میں حلال روزی کو بڑا خلیل ہے۔

⑨ حرام خوری سے عمل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس سے عمل درجہ قبولیت پر نہیں پہنچتا۔

⑩ حلال و حرام مakoلات و مشرببات اور ملبوسات بھی دین کا ایک حصہ ہے۔ ان میں بھی اسلامی احکام و آداب کو لحوظہ خاطر رکھنا چاہیے۔

⑪ پاکیزہ چیزوں کو کھانا مبارح ہے۔

⑫ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے لینا درست نہیں۔ ⑬

⑯ انسان اگر رزق حلال اس نیت سے کھائے کہ اس میں اطاعت کرنے کی قوت اور ہمت

① اربعین امام نووی رضی اللہ عنہ: ۲۳۔

② یہ دعا مسترد ہونے کا ایک سبب ہے دعا کی عدم قبولیت کے دیگر اسباب بھی ہیں۔

③ ۸۷ / المائدۃ: ۵/۰

پیدا ہوگی تو اس کھانے پر اسے اجر ملے گا۔

⑯ شرعی مقاصد کے لیے کیے جانے والے سفر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ①

⑰ اللہ کی راہ، سفر حج، جہاد یا صلح رحمی وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے والے کے جسم پر گرد و غبار پر جائے یا بال پر اگنہ ہو جائیں تو اس پر اسے اجر ملتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

⑱ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنی اور صفات کے ویلے نے دعا مانگنا درست ہے۔

⑲ دعا کرتے وقت اسماء الحسنی کو تکرار کے ساتھ زبان پر لانا چاہیے۔

⑳ یارب، رب اور ربنا وغیرہ کلمات سے دعا کرنا پسندیدہ ہے (اکثر قرآنی دعائیں انہی الفاظ سے شروع ہوتی ہیں۔)

⑲ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا افضل ہے۔

㉑ کسی شرعی حکم کے تمام آداب کا ایک ہی حدیث میں بیان ہونا ضروری نہیں۔ ترک ذکر عدم شے کو مستلزم نہیں (مثلاً دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کی حمد و شنا بیان نہ کی جائے اور نہ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی۔ جو امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر نہیں کرتا اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔)

سچے حج

## شبہات سے اجتناب کی ترغیب

عَنْ أَبِي مُحَمَّدِ الْحَسَنِ بْنِ عَلَىٰ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - سَبِطِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَيَّحَاتِهِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . ①

اللہ کے رسول ﷺ کے نواسے اور آپ کی خوشبو ابو محمد حسن بن علی بن ابو طالب رض سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ (فرمان) یاد رکھا ہے: جو بات تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اسے اختیار کر جو تجھے شک میں بتلانہ کرے۔

اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔  
حسن بن علی رض

آپ سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رض کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ کی ولادت رمضان ۳۵ھ کو ہوئی۔ بڑے بیٹے کے نام پر آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ (کنیت بڑے بیٹے کے نام پر کھنی چاہیے) آپ شکل و صورت میں اپنے نانا محمد رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ حسین رض کو احادیث میں جوانان جنت کے سردار اور نبی ﷺ کی خوشبو کہا گیا ہے۔ ②

سیدنا حسن رض کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دائیں گے۔ ③

سیدنا علی رض کی شہادت (۲۰۵ھ) کے بعد حضرت حسن رض رمضان ۲۰۵ھ میں مند آ رائے

① ترمذی: ۲۵۱۸، نسائی: ۱۴۵۷، احمد: ۱۶۲۹، حاکم: ۱۳/۲

② بخاری: ۵۹۹۴، ۲۷۰۴

خلافت ہوئے، قیس بن سعد النصاری رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ابتداء کی تو تمام عراقیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس سے پیشتر شام، مصر وغیرہ علاقوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو چکی تھی۔

سات ماہ گیارہ دن کی مختصر مدت خلافت کے آخری ایام میں مسلمانوں میں فتنہ و فساد کے خدشہ اور باہمی نکشت و خون کو ناپسند کرتے ہوئے شرائط صلح منوا کر آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے (اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کی پیش گوئی بھی پوری ہو گئی) جس سال شام و عراق کے مابین مصالحت ہوئی اسے (یعنی ۲۹ھ کو) عام الجماعت یا سنۃ الجماعت (اتحاد واتفاق کا سال) کہا جاتا ہے۔

خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت حسن رضی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ اس دستبرداری کے تقریباً آٹھ سال بعد ۲۹ھ میں مدینہ میں زہر خورانی سے آپ کی شہادت ہوئی۔ (اگر کسی کو زہر دے کر قتل کیا گیا ہو تو وہ حکمی طور پر شہید کہلاتا ہے۔)

سیدنا حسین رضی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ، محمد بن الحفیہ اور عباس (ابن علی رضی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ) نے آپ کو غسل دیا۔ نمازِ جنازہ حاکم مدینہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ آپ کو اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کی تربت کے پاس پر دخاک کیا گیا۔

### شرح الحدیث

حضرت حسن رضی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے حفظُ (میں نے حفظ کیا) اس لیے کہا تاکہ کسی کو یہ اشکال نہ ہو کہ شاید وہ صفر کی وجہ سے بات یاد نہ رکھ سکے ہوں۔

یَرِبْیُكَ میں علامت مضارع کو پیش اور زبر کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے تاہم زبر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح ہے۔

جامع ترمذی کی حدیث مبارکہ میں دَعَ مَا يَرِبْیُكَ إِلَى مَا لَا يَرِبْیُكَ کے بعد فَإِنَّ الصَّدَقَ طَمَانِيَّةٌ وَالْكَذَبَ رِبَيْةٌ کے الفاظ بھی ہیں۔ ①

جس کا معنی ہے کہ سچ اطمینان (کابا عث) جب کہ جھوٹ شک اور بے چینی (کا سبب) ہے۔ زینب کا بنیادی معنی قلق و اضطراب یعنی بے چینی اور بے قراری ہے۔ جو کہ اطمینان کے بر عکس ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کہ قلق و اضطراب کو ترک کر کے وہ عمل اختیار کیا جائے جس میں اس کیفیت کے بجائے اطمینان پایا جاتا ہو۔ یہی بے چینی اور بے قراری شک کا موجب بن جاتی ہے۔

عقبہ بن حارث رض نے ایک لڑکی سے شادی کی تو ایک عورت ان زوجین سے کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے (تم دونوں رضائی بہن بھائی ہو) اس سلسلے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**کَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟**

”یہ نکاح کیونکر قائم رہ سکتا ہے جب کہ یہ بات کہی گئی ہے۔“

اس لڑکی سے جب عقبہ رض نے علیحدگی اختیار کر لی تو اس نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔<sup>۱</sup> (ولادت، استہلال، رضاعت اور عورتوں کے پردے کے امور وغیرہ میں اکیلی عورت کی شہادت بھی تسلیم کی جاتی ہے۔)

اس نکاح کی حلت چونکہ مشکوک ہوئی تھی الہذا زوجین میں تفریق کروادی گئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا گیا کہ کیا محروم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ چند دن کی ہی توبات ہے الہذا جو چیز شک میں بتا کرے اسے چھوڑ دو۔ محروم نے جب شکار خود نہ کیا ہو تو اس میں لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا تھا کہ وہ شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟

نمازی کو نماز کی رکعتوں میں اگر شک ہو جائے مثلاً تین یا چار کے درمیان شک ہو جائے تو تین شمار کرے تاکہ شک کا ازالہ ہو، نیز آخر میں سہو کے دو بھجے بھی کرے۔

<sup>۱</sup> بخاری: ۸۸؛ ابو داؤد: ۳۶۰۳؛ ترمذی: ۱۱۵۱؛ نسائی: ۳۳۳۰.

یہاں یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ شہادت سے رکنے میں باریک بینی اس شخص کے لیے ہے جس کے معاملات درست ہوں اور اس کے اعمال عموماً پر ہیزگاری پر بنی ہوں، جو شخص کلمے عام محرمات کا مرتكب ہوتا ہو اسے مشتبہ چیزوں سے کیا غرض، جیسا کہ ایک عراقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن الشہاب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص (احرام کی حالت میں) کمھی مار دے تو اسے کیا کفارہ دینا پڑے گا؟

اس پر آپ نے فرمایا: اہل عراق کمھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں، جن کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

هُمَّا رَيْحَانَتَائِ فِي الدُّنْيَا ①

”یہ دونوں (حسن و حسین بن الشہاب) دنیا میں میرے دو پھول ہیں؟“

اگر شک کا ازالہ کی عمل سے ہو سکتا ہو تو درست ہے، مثلاً یہ شک کہ معلوم نہیں قصاص نے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھی یا نہیں! ایسا گوشت بسم اللہ پڑھ کر کھالینا چاہیے۔ ②

دَغْ مَا يَرِيُكَ إِلَى مَا لا يَرِيُكَ کے حوالے سے یہ بات بھی مدد نظر رکھنی چاہیے کہ ازالہ شک کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جو شرعی ہدایات کے خلاف ہو۔ مثلاً ایک آدمی کو دسوکرنے کا تو یقین ہے مگر دسوٹوٹھے کاشک ہے۔ اس صورت میں یقین کا لحاظ کریں۔ بالخصوص اگر ایسا شک نماز پڑھتے ہوئے جنم لے تو نماز منقطع کر کے دسوکرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے۔ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جسے خیال ہوتا ہے کہ اسے کوئی چیز (خروج رتع) دوران نماز میں محسوس ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز نہ توڑے تا آنکہ وہ آوازنے یا بوپائے۔ ③

محض شک کی بنابرحدود بھی قائم نہیں کی جاتیں، ایک عورت گفتگو، چال ڈھال اور اس کے ملاقاتیوں کی وجہ سے مشکوک نظر آتی تھی لیکن چونکہ اس کے خلاف شہادت دستیاب نہیں تھی اس

① بخاری: ۳۷۵۳۔ ② ابو داؤد: ۲۸۲۲، ابن ماجہ: ۳۱۷۴۔

③ بخاری: ۱۳۷، مسلم: ۳۶۱۔

لیے نبی کریم ﷺ نے اسے رجم نہ کیا۔ ①

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث (زیر بحث) سے ایک بڑا کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی یقینی کام شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا۔ مثلاً ہر فرش یا ہر جگہ یا ہر کپڑا جو پاک صاف ہو، اس کی پاکی میں اگر کوئی شک کرے تو وہ شک غلط ہوگا۔

یہ حدیث دنیاوی معاملات و امور میں بھی رہنمائی کرتی ہے لہذا کار و بار اور معاملات میں اس پر عمل کیا جائے تو کار و باری معاملات صحیح رخ اختیار کر لیتے ہیں اور بہتر نتائج نکلتے ہیں جیسے کار و بار کے دو پہلو میں۔ ایک پہلو میں نفع حاصل ہونے اور اس کے کامیاب ہونے میں شک ہے اسی طرح دوسرے پہلو میں بھی یہی حالت ہے تو اس صورت میں وہ پہلو اختیار کیا جائے جس میں شک کم ہو اور اطمینان کا پہلو غالب ہوتا کہ دل کو تسلی ملے اور انسان بے اطمینانی، تفکرات اور بے آرامی سے نجع جائے۔

بہر حال ہمیں اپنی زندگی کے تمام معاملات چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی، چھوٹے ہوں یا چاہے بڑے، اس حدیث کے مطابق طے کرنے چاہیں۔ ②

تنبیہ: ایمانیات میں شک کرنا جائز نہیں، جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے ظاہر ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَأُوا وَجَهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّابِرُونَ﴾ ③

”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“ ④

① ابو داؤد: ۲۵۰۹۔

② اربعین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ: ۶۷۔

③ ۴۹ / الحجرت: ۱۵۔

④ شک کی مزید وضاحت اور مثالوں کے لیے حدیث نمبر ۶ کا مطالعہ کیجیے۔

## افکار الحدیث و فقہ الحدیث

- ① بچہ اگر شور کی عمر کو پہنچ چکا ہو اور وہ نبی اکرم ﷺ سے حدیث بیان کرے تو محمد میں اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔
- ② جس کام سے دل مطمئن نہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- ③ شک کی بنابر بعض اوقات علماء کے اختلاف سے نکنا افضل ہوتا ہے۔
- ④ ریب اور شک میں قدرے فرق ہے۔
- ⑤ محض شک کی وجہ سے یقین کو چھوڑنا جائز نہیں۔
- ⑥ بعض معاملات میں شک پیدا ہو جانا معیوب نہیں۔
- ⑦ کار و باری معاملات میں بھی معاملے کے اس پہلو کو اختیار کرنا چاہیے جس میں اطمینان کا پہلو غالب ہو۔
- ⑧ ایمانیات میں شک کا کوئی عمل خلل نہیں۔
- ⑨ تمام معاملات حتیٰ کہ از الہ شک کے لیے بھی شریعت سے رہنمائی لینا ضروری ہے۔
- ⑩ لوگوں کو زہد و درع کی ترغیب دلانی چاہیے۔

**سید جلال الدین حسین**

## غیر متعلق سے اجتناب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. حَدِيثُ حَسَنٍ رَوَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ هَكَذَا. ①

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ جس معاملے سے اس کا تعلق نہیں اسے چھوڑ دے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ترمذی اور دیگر (صحابہ) نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

### صحابی الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۹۔

### شرح الحدیث

حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرءِ سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ایمان اتر چکا ہوا اور وہ ایمان اس کے دل کی زینت ہو، نیز اس کے ظاہری اعمال بھی اسلام کے مطابق ہوں۔ جیسا کہ ہدایت یافہ لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَ زَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ كَرَّأَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعُصُبَيَانَ طَوْلَتِكَ هُمُ الرَّشِيدُونَ ②﴾

”لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنادیا، یہی لوگ

① ترمذی: ۲۳۱۷؛ ابن ماجہ: ۳۹۷۶۔

② الحجرت: ۷۔

ہدایت والے ہیں۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَالْزَمَهُمْ كِلَيْهَا التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقُّ بِهَا وَأَهْلَهَا لَمَّا وَكَانَ اللَّهُ بِعْلَمَ  
شَيْءٍ عَلَيْهِمَا ۝﴾ ①

”اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق  
تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانے والا ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمَنَّا لَقُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلُ  
الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ لَوْلَا إِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتُكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ  
شَيْئًا لَوْلَا إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
ثُمَّ لَمْ يَرْتَأُوا وَجَهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَئِكَ هُمُ  
الظَّرِيفُونَ ۝﴾ ②

”بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ  
ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور  
اس کے رسول کا حکم مانو گے تو وہ تصحیح تمھارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا،  
بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس  
کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور  
اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ چے ہیں۔“

مطلوب یہ ہے کہ اس میں نفاق کا شائزہ تک نہ ہو، جو شخص لا یعنی امور (غیر متعلق اعمال و  
اقوال) کو چھوڑ کر مفید اور با مقصد امور کو اختیار کرے وہ اپنا اسلام کمکمل نہ لیتا ہے، ایسا شخص اپنے

۱ /الفتح: ۲۶.

۲ /الحجرت: ۱۴، ۱۵.

اسلام کو حسن کا مرقع بنالیتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام کے جملہ احکام پر عمل پیرا ہونے والا شخص اپنے اسلام کو حسین بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ خُلُوا فِي السِّلْمِ كَافُؤُهُمْ وَلَا تُتَّبِّعُوا حُطُوطَ الشَّيْطَنِ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۚ﴾ ①

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک شیطان تمہارا اکھلاشمن ہے۔“

حسنِ اسلامِ المرء کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی تمام محترمات، مشتبہات، بکروہات حتیٰ کہ ان مباح امور کو بھی ترک کر دے جن کی اسے ضرورت نہیں۔ دریں صورت اس کا ایمان و اسلام کامل ہوتا ہے اور وہ درجہ احسان پر فائز ہو جاتا ہے۔ (احسان یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ② ایسا شخص لا یعنی امور میں نہیں پڑتا کیونکہ ان سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، نیز وہ اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہے۔ وہ کرماً کا تبین سے بھی حیا کرتا ہے کہ انہیں لا یعنی امور میں مصروف کرے۔

حسنِ اسلام کے درجہ پر فائز ہونے والے مسلمان کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ارشادِ نبوی ہے:

إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرٍ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا حَتّیٰ يَلْقَى اللَّهَ ۗ ③

”جب تم میں سے کسی شخص کا اسلام عمدہ (خاص) ہو جائے تو وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کے بد لے اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گناہ تک لکھی جاتی ہیں

١. البقرة: ٢٠٨.

٢. احسان کی مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر ۲ کا مطالعہ کیجئے۔

٣. مسلم: ۱۲۹.

اور ہر برائی جو وہ کرتا ہے، اسے اس کے لیے ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ ”اللہ سے جانتا ہے۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا:  
اللہ کے رسول ﷺ! جو اعمال (گناہ) ہم نے زمانہ جاہلیت میں کئے تھے کیا ان پر ہمارا مواخذہ ہو گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَخْسَنَ فِي إِلَّا سَلَامٌ لَمْ يُؤَاخِذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ،  
وَمَنْ أَسَاءَ فِي إِلَّا سَلَامٌ أُخْذَ بِالْأُولِ وَالْآخِرِ ①

”جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہو گا۔ اور جو شخص مسلمان ہو کر بھی برے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مواخذہ ہو گا۔“

حسنِ اسلام کے مقام پر پہنچنے والے کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے، یعنی دل و جان سے اسلام قبول کرنے والے کو یہ انعام دیا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل فرمانِ الہی سے واضح ہوتا ہے:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ  
حَسْنَتِهِنَّ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا رَّحِيمًا ② وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ  
إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ③﴾

”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے، اور نیک کام کرے، تو بلاشبہ وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے۔“

بے کار اقوال و افعال کو چھوڑنے والا حکمت و دانائی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔  
بلاغاتِ امام مالک رض میں ہے کہ حضرت لقمان سے پوچھا گیا کہ آپ اس بلند رتبہ پر کس بنا پر  
فائز ہوئے؟ تو حضرت لقمان نے فرمایا:

**صِدْقَ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ وَ تَرْكُ مَالًا يَعْنِيْنِيْنِ . ①**

”سچ کہنے، امانت ادا کرنے اور جس چیز کا مجھ سے تعلق نہیں اسے چھوڑ دینے کی وجہ سے۔“

مومن کو بے مقصد مشاغل میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ حدیث مبارکہ میں ہے  
کہ مصروفیت آنے سے پہلے فارغ وقت کو غنیمت جانا چاہیے۔ ② اس لیے کہ وقت کا شے اور  
گزارنے کی کوئی چیز نہیں کہ اسے دیے ہی گزار دیا جائے بلکہ استعمال کرنے کی چیز ہے۔  
نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دفعتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے: صحت  
اور فارغ وقت۔ ③

بلکہ نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے  
ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو (اور وہ بیٹھ کر اسے لگا رہا ہو) تو اگر وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اسے گاڑ کر ہی  
اٹھ تو اسے ایسا ضرور رکنا چاہیے۔ ④

عمر بن عبد العزیز رض فرماتے ہیں کہ شب و روز تجھ پر عمل کر رہے ہیں (اے انسان) تو  
بھی ان میں عمل کر لے۔

زبان کو بیہودہ باتوں، بے مقصد کلام اور کثرت کلام سے روکنا بھی ترک مالا یعنی کے  
زمرے میں آتا ہے۔ عباد الرحمن یعنی سچے مومن اس قسم کے کلام سے احتراز کرتے ہیں۔ چنانچہ

① موطا، الكلام، ماجاء في الصدق والكذب، ۲/۳۷۸، جمعية احياء التراث،  
کربلا.

② بخاری: ۶۴۱۲.

③ حاکم: ۷۸۴۶.

④ احمد: ۱۳۰۴.



ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغُو مُعْرِضُونَ﴾ ①

”اور جو لغو کاموں سے اعراض کرتے ہیں۔“

دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَإِذَا سِمِعُوا الْلَّغُو أَعْرَضُوا﴾ ②

”اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھر لیتے ہیں۔“

ایک اور مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا أَمْرُوا بِاللَّغُو مَرُرُوا كَرَامًا﴾ ③

”اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ انداز سے  
گزرتے ہیں۔“

لغوہ راست اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، بے کار اور لا حاصل ہو، جن باقوں اور کاموں کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو، جن سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکل، جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو اور جن سے کوئی اچھا مقصد حاصل نہ ہو۔ مومن وہ شخص ہے جسے ہر وقت اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دنیا دراصل ایک امتحان گاہ ہے اور جس چیز کو زندگانی، عمر اور وقت کے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ درحقیقت ایک بچی تی مدت ہے جو اسے امتحان کے لیے دی گئی ہے، یہ احساس اس کو بالکل اس طالب علم کی طرح سنجیدہ اور مشغول بنادیتا ہے جو امتحان کے کمرے میں بیٹھا اپنا پرچھل کر رہا ہو۔ جس طرح اس طالب علم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ امتحان کے یہ چند گھنٹے اس کی آئندہ زندگی کے لیے فیصلہ کن ہیں اور اس احساس کی وجہ سے وہ ان گھنٹوں کا ایک ایک لمحہ اپنے پرچھے کو صحیح طریقے سے حل کرنے کی کوشش میں صرف کرڈالا چاہتا ہے اور اس کا کوئی سیندھ فضول ضائع کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، ٹھیک اسی طرح مومن بھی دنیا

① ۲۳ / المزمون: ۳۔

② ۵۵ / القصص: .

③ ۷۲ / الفرقان: .

کی زندگی کو انہی کاموں میں صرف کرتا ہے جو انجام کار کے لحاظ سے مفید ہوں حتیٰ کہ لغو اور بے کار باتوں اور کاموں سے بچ جائے گا اور اپنادین و ایمان مکمل کرے گا۔ ①

ارشادِ بنوی ہے:

آلَ حَيَاةٍ وَالْعِيُّ شَعْبَتَانِ مِنَ الْأَيْمَانِ، وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ مِنَ النَّفَاقِ . ②

”حیا اور قلتِ کلام ایمان کی جب کہ بیہودہ گوئی اور کثرتِ کلام نفاق کی دو شاخیں ہیں۔“

امام ترمذی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
 عیٰ کا معنی قلتِ کلام ہے، بذاء فخش گوئی اور بیان کثرتِ کلام جیسے کہ خطباء خطبہ پڑھتے ہیں اور بہت باتیں بناتے ہیں اور لوگوں کی تعریف کرتے ہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں یعنی نفاق کی مدح و شکر تے ہیں۔ ③

### افکار الحدیث و فقه الحدیث

① مومن کو چلپھیتے کہ وہ اپنا ایمان مکمل کرے۔

② غیر متعلق امور کو چھوڑنا اور ان میں دخل اندازی نہ کرنا باعثِ فضیلت و عظمت ہے۔

③ بے مقصد اقوال و اعمال اور بے مقصد اور سوق و بچار سے گریز کرنا چاہیے۔

④ سچا مومن مقصدیت پر نظر رکھتا ہے۔ (لایعنی کاموں میں پڑنے والا ناقص الایمان ہوتا ہے۔)

⑤ عمل سے پہلے اس میں تأمل کر لینا چاہیے تاکہ مقصدیت کا دامن نہ چھوٹے۔

⑥ غیر متعلقہ امور میں بے جامد اخالت سے غلط نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

① ابیین امام نووی ریاضی: ۷۸۔ ۷۷۔ ۲۰۲۷۔

② ترمذی: ۱/۱: ۷۰۱۔



- ⑦ امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر بے خامد اخالت میں داخل نہیں ہے۔ ⑧ کافرو شرک جب مسلمان ہو کر درجہ حسنِ اسلام پر فائز ہوتا ہے تو حالتِ کافرو شرک میں کے ہوئے اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیے جاتے ہیں۔ ⑨ منافقت حسنِ اسلام کے منافی ہے۔ ⑩ تکمیل و تحسین ایمان کے لیے ایجابی اعمال کے علاوہ سلبی اعمال بھی ضروری ہیں۔ ⑪ وقت کو با مقصد کاموں میں استعمال کریں اس کے گزرنے کا انتظار نہ کریں۔ Time Pass طرز زندگی سے بچنا چاہیے۔

سید علی الحسین

## اخوتِ اسلامی کا تقاضا

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَّسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ  
عَنْ أَنَّهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ . ①

حتیٰ یُحِبَ لَا حِيَةٌ مَّا يَرِيدُ بِهِ شَانِئٌ وَّ مَنْ يُعَذِّبُ  
 اللہ کے رسول ﷺ کے خادم ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان  
 کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ وہ اپنے بھائی کے  
 لیے بھی وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ عزیز اور حضرت انس بن مالک خزر بھی انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خادم ہونے کا شرف حاصل سیدنا انس بن مالک خزر بھی انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خادم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم بنت ملکانہ نے انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں دے دیا۔ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا مانگی: اللہ! اسے مال و اولاد کی کثرت عطا فرمائیے اور جو کچھ

آپ کثیر الروایۃ صحابی ہیں۔ آپ سے مروی سیکڑوں احادیث میں سے ۱۶۸ متفق علیہ،

۸۲ صفحہ مسلم میں ہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بعض حکومتی امور کا ذمہ دار بنا کر گزین بھیجا تھا، آخر میں انہوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، پھر وہیں حاجج بن یوسف کے مانے میں ۹۲ھ میں بعمر ۳۰ سال وفات پائی۔ بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی آپ ہیں۔

بخاری: ۱۳؛ مسلم: ۴۵

## شرح الحدیث

حدیث کا ترجمہ ہے: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا“ اس میں مومن نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اسی حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے جس میں لا یوْمَنْ أَحَدُكُمْ كے بجائے يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةً الْإِيمَانَ کے الفاظ ہیں جس سے واضح ہوا ہے کہ اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں کا مطلب ایمان کی بالکل غیر موجودگی (قطعی نفی) نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ہم اپنی گفتگو میں بھی کسی برے آدمی کے لیے کہتے ہیں اس میں تو انسانیت ہی نہیں ہے، یہ انسان نہیں ہے، جا نور ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اچھا انسان نہیں ہے۔ اسی طرح کی کتنی حدیثوں میں ایمان کے نقش اور خامی کے لیے لا یوْمَنْ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ①

مومن جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے کئی احادیث میں اس کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جو یہ پسند کرے کہ اسے جہنم سے نجات مل جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو پھر اسے اس حالت میں موت آئی چاہیے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر کامل ایمان رکھتا ہو، وَلِيَّاْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُوْثَى إِلَيْهِ لَوْكُوں سے وہی سلوک روا رکھ جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ②

بیزید بن اسد رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہیں جنت پسند ہے؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:  
فَأَحِبَّ لَا خِيْكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ ③

”تو پھر اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں سکھائیں۔

① اربعین امام نووی رضی اللہ عنہ: ۸۳۔

② مسلم: ۱۸۴۴۔

③ احمد: ۴/۷۰۔

ان میں سے ایک یہ تھی:  
 وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تُكْنُ مُسْلِمًا۔ ①  
 ”اور لوگوں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لیے کرتے ہو تو تم (حقیقی)  
 مسلمان ہو گے۔“

ایک حدیث میں مسلمان کے بجائے مؤمنا کا لفظ ہے۔ ②

ایسے شخص کا ایمان مکمل نہیں جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے دینی چیز پسند نہیں کرتا جیسی اپنے لیے کرتا ہے۔ جس چیز کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی چیز کو دوسرے مسلمان کے لیے بھی پسند کرے، جس چیز کو وہ اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لیے بھی اسے ناپسند کرے، ایسا اسی وقت ممکن ہے جب وہ کینہ، بعض اور حسد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ حسد یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ کوئی شخص بھلائی اور حصول فوائد میں اس سے فوکیت لے جائے بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں چاہے گا کہ کوئی شخص اس کے برابر بھی ہو جائے کیونکہ وہ فضل و کمال کی بنا پر دوسرے لوگوں سے ممتاز اور منفرد ہونے کو پسند کرتا ہے، جب کہ ایمان کا تقاضا اس کے برعکس ہے، وہ یہ ہے کہ جو خیر اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے اس میں اپنے ذوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی شامل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے جو دوسروں پر برتری نہیں چاہتے اور نہ کوئی خرابی کا ارادہ رکھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تُنَذِّلُ اللَّهُ أَرْ الْآخِرَةَ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

فَسَادًا طَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ③﴾

”یا آخری گھر ہم اسے ان لوگوں کے لیے ٹھہراتے ہیں جو نہ زمین میں میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا، اور اچھا انجام متqi لوگوں کے لیے ہے۔“  
 معلوم ہوا کہ متqi لوگ عاجزی اختیار کرتے ہیں اور تکبر سے بچتے ہیں، وہ حق بات کو قبول

۱) نرمذی: ۲۳۰۵: ۴۲۱۷۔ ۲) دیکھیے ابن ماجہ: ۴۲۱۷۔

۳) الفصل: ۸۳۔

کرتے ہیں اور فتنہ و فساد نہیں چاہتے۔

اگر کوئی شخص احساس برتری کا شکار نہ ہو، لوگوں کو حقیر نہ جانے اور نہ ان سے حسد رکھے البتہ وہ عمدہ لباس اور عمدہ خوراک وغیرہ استعمال کرے تو یہ منوع نہیں۔ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ مجھے حسن و جمال سے خط و فرملا ہے، میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص دو تسویں بلکہ ان سے بھی کسی چھوٹی چیز میں مجھ سے بڑھ کر ہوتا کیا یہ تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرنا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ ①

حدیث مبارکہ میں آنے والے الفاظ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ سے اس جیسی چیز مراد ہے، تمام حالات میں وہی چیز دینا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ بعض اوقات ایک چیز کا دوجہ یا اشخاص کے پاس ہونا محال ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی خواہش یہ ہوئی چاہیے کہ اس کے بھائی کو ویسی ہی عمدہ نعمت مل جائے جیسی اسے ملی ہے۔ یہاں یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیے کہ بعض اوقات ایک مسلمان اپنے لیے وہ چیز پسند کرتا ہے جو اس کے لیے مفید ہوتی ہے مگر وہی چیز کسی دوسرے مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ دریں صورت مسلمان اپنے لیے وہ چیز پسند کرے جو مناسب سمجھتا ہو اور دوسرے کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اس کے لیے مناسب ہو۔ اسلامی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ سے بڑھ کر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنے اوپر ترجیح دے اور اس کے لیے ایثار و قربانی کا جذبہ رکھے جیسا کہ اس فرمان الٰہی سے معلوم ہوتا ہے:

﴿وَمَيْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شَحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ ②

”اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچایا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔“

سیرت صحابہ بالخصوص مواخات مدینہ میں اس ایثار کی روشن مثالیں موجود ہیں۔

① احمد: ۲۴۶۲؛ حاکم: ۲۰۲/۴. ② ۵۹/الحضر: ۹.

عقائد و احکام اور اخلاقیات

مُون کا نصب اعین اس قدر اعلیٰ ہوتا ہے کہ وہ اس کے مقابلے میں دنیوی مال و متاع کو پچھ جھتا ہے لہذا وہ اپنا حق مسلمان بھائی کو دینے میں سرت محسوس کرتا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کی پناپ طمع، خود غرضی، احساس برتری، دوسروں کی حق تلفی اور ظلم واستیصال کو دبایا جاسکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرہ امن کا گھوارہ بن سکتا ہے۔

### انکار الحدیث و فتنہ الحدیث

مُون کو اپنا ایمان مکمل کرنے کی فکر ہونی چاہیے۔

① اس حدیث میں لَأْ يُؤْمِنُ كاظہری معنی مراد نہیں۔ (اس کا معنی دیگر احادیث کی روشنی میں معین کرنا چاہیے۔)

② الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَ يَنْقُصُ : ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔ (اطاعت سے ایمان بڑھتا ہے جبکہ معصیت سے کم ہوتا ہے۔)

③ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مُون کے لیے خیرخواہی اور ہمدردی کے جذبات رکھے جائیں۔

④ مُون مُون کا بھائی ہے۔

⑤ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے حقوق رکھے گئے ہیں۔

⑥ ایک مسلمان جو نعمت اپنے لیے پسند کرتا ہے اگر وہی چیز دوسرے مسلمان کو دینا ممکن نہ ہو تو یہ تنہا کی جائے کہ اسے بھی اسی نوعیت کی نعمت مل جائے۔

⑦ مُون اپنا بھلا سوچتا ہے تو دوسروں کا بھی بھلا ہی سوچے۔

⑧ مُون اپنی تحقیر و تذلیل پسند نہیں کرتا لہذا اپنے بھائی کے لیے بھی پسندنا کرے۔

⑨ مسلمان کی نیکی، خیر اور بھلی چیزوں کی طرف رہنمائی کرنی چاہیے اور ظلم و زیادتی، نقصان دہ امور اور بُری عادات سے روکنا چاہیے۔

⑩ انہیت سے گریز کرنا چاہیے۔

⑪ ایثار کا مقام مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ سے بھی بڑھ کر ہے۔

⑫ دین اسلام تمام لوگوں کے لیے ہے۔ کسی کو استثنی حاصل نہیں۔

# قتل مسلم کی حرمت اور جواز و ضرورت قتل کی بعض صورتیں

عَنْ أَبْنِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا يُأْخُذُ ثَلَاثَةً: الشَّيْبُ الزَّانِيُّ، وَالنَّفَسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔<sup>۱</sup>

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر ان تین وجہات میں سے کسی ایک کی بنا پر، شادی شدہ زانی، جان کے بد لے جان اور اپنے دین (اسلام) کو چھوڑنے والا (یعنی جماعت (ملتِ اسلامیہ) سے کٹنے والا۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

## صحابی الحدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۔

## شرح الحدیث

اس حدیث میں مسلمان کی جان کی حرمت کا تذکرہ کیا گیا ہے، کسی مومن کو عدم آنحضرت قتل کرنا بہت براجم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَبِّدًا فَجَزَاؤْهُ جَهَنَّمُ خَلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾<sup>۲</sup>

”جو کوئی مومن کو قصدًا قتل کردارے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ بیشتر ہے گا،

① بخاری: ۱۶۸۷۸ مسلم: ۱۶۷۶ . ② النساء: ۹۳ .

اس پر اللہ کا غصب اور لعنت ہوگی اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَانَهُ مَا قُتِلَ النَّاسُ  
جَيِّعًا وَمَنْ أَحْيَا هَا فَكَانَهُ أَحْيَا النَّاسَ جَيِّعًا) ①

”جو شخص کسی کو قتل کرے گا بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزادی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا باعث ہوا۔“

جو کسی کا ناقص خون کرنے کے درپے ہو وہ تین مبغوض ترین لوگوں میں سے ہے۔ ②

ارشاد بیوی ہے:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلٍ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ . ③

”اللہ کی نظر میں کسی مومن کا ناقص قتل کرنے سے پوری دنیا کا تباہ ہو جانا بھی کم اہمیت رکھتا ہے۔“

قیامت کے دن لوگوں میں (حقوق العباد میں سے) سب سے پہلے خون کے مقدمات کے نیچے ہوں گے۔ ④

اسلام دین فطرت اور معتدل (افراط و تفریط سے پاک) دین ہے، سزاوں کے بارے میں بھی اس کے احکام اعتدال والنصاف پر بنی ہیں۔ یہ نہ تو آج کے ماڈرن دور کے دانشوروں کی طرح موت کی سزا کو بالکل حرام قرار دیتا ہے اور نہ یہ جاہلیت کے دور کی طرح جھوٹی مولیٰ اور معمول قصور پر بادشاہوں، نوابوں، رئیسوں، خانوں اور سفاک انسانوں کی خواہشوں پر انسان کے قتل کا طریقہ اختیار کرتا ہے بلکہ یہ انسانیت کی بھلائی، بہتری، امن و سلامتی، انسانوں کی اُزوں اور عصموں کے تحفظ اور دین اور عقیدے کی حفاظت کے لیے سخت مجبوری کی حالت میں

۱) المائدۃ: ۳۲۔

۲) بخاری: ۸۲۶۸۔

۳) بخاری: ۶۵۳۳؛ مسلم: ۱۶۷۸۔

۴) ابن ماجہ: ۲۶۱۹۔

قتل کی اجازت دیتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم رہے، انسان زور و جر، ظلم و زیادتی اور خوف و خطرے کے بغیر زندگی گزارے اور ہر شخص کی عزت و آبرد اور جان و مال سلامت رہے۔ اگر کوئی بد بخت، ظالم اور سماج دشمن پر امن حالتوں کو بگاڑنے کی کوشش کرے یا بگاڑ دے تو اسے اسلامی سماج میں رہنے کا حق نہیں ہے اور اسے الاجتن الاسلام کے تحت سزاۓ موت دی جائے گی۔<sup>①</sup>

بعض اوقات مومن کو قتل کی سزا دینا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ مومن کو قتل کرنے کی کئی صورتیں ہیں، جن میں سے بعض جائز اور بعض ضروری ہیں۔ قتلِ مومن کی درج ذیل صورتیں ہیں:

- ۱: شادی شدہ زانی مرد و عورت
- ۲: قاتل جو عمدًا کسی مومن کو قتل کر دے۔
- ۳: مرتد (جو اسلام ترک کر دے۔)
- ۴: شرعی خلافت قائم ہو جانے کے بعد جو شخص یہ کہے کہ خلیفہ کی بیعت توڑ کر مجھے خلیفہ تسلیم کرلو۔<sup>②</sup>
- ۵: باغی گروہ۔<sup>③</sup>
- ۶: مسلمانوں کے درمیان خوب و ہراس پھیلانے والے، انہیں دہشت زدہ کرنے والے اور فتنہ و فساد پھیلانے والے۔<sup>④</sup>
- ۷: شاتمان رسول ﷺ (انبیاء و رسول ﷺ کو سب و شتم کرنے والے)۔<sup>⑤</sup>
- ۸: جادوگر۔<sup>⑥</sup>

① اربعین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ: ۸۶۔

② مسلم: ۱۸۰۲ - ۱۸۵۳۔

③ الحجرات: ۹۔

④ المائدۃ: ۵/۳۳؛ بخاری: ۲۳۳؛ ابو داؤد: ۴۳۵۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۸۔

⑤ ابو داؤد: ۴۳۶۱، ۴۳۶۳، نسائی، ۴۰۷۵، ۴۰۸۲۔

⑥ احمد ۱/۱۹۰، بیهقی ۸/۱۳۶۔

۱) محرم عورت سے نکاح یا بد کاری کرنے والا۔ ①  
۲) اگلام باز۔ ②

۳) چوپائے سے بُطْلی کرنے والا۔ ③

ان میں سے بہت سی صورتیں پہلی تین کے تحت ہی مندرج ہو سکتی ہیں۔ حدیث زیر مطالعہ میں قتل مسلم کی ابتدائی تین صورتوں کا بیان ہے۔  
۱) شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا کے مرتكب ہوں اور ان کا جرم ضابطہ شریعت کے مطابق ثابت ہو جائے تو ان کی سزا رجم حتی الموت ہے۔ ۴) یہ حکم زوجین کے حقوق، خاندان اور نب کے تحفظ کے لیے دیا گیا ہے۔ رجم کے بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں۔ احادیث رجم ۲۳۲ صحابہ کرام ﷺ سے مردی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایسے مرد و عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ ۵)

اور ماعز اور غامد یہ نامی دو مسلمانوں کو خود رجم بھی کیا۔ ۶)

شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگساری سے مار دینے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے:  
(یَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ

مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝) ۷)

۱) ابو داؤد: ۴۴۵۶ - ۴۴۵۷ ، نسبائی ، ۳۳۳۴ ، ترمذی: ۱۳۶۲ ، ابن ماجہ: ۲۷۰۷  
حاکم: ۱۹۱/۲.

۲) ابو داؤد: ۴۴۶۲ - ۴۴۶۳ ، ترمذی: ۱۴۵۶ ، ابن ماجہ: ۲۵۶۱)۔ حضرت لوٹ ﷺ کی قوم کا ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔

۳) ابو داؤد: ۴۴۶۴ .

۴) جب کذاں کوارے مرد و عورت کی سزا سوکوڑے ہے۔ (۲۲/النور: ۲)

۵) نسانی: ۴۰۶۲ ، بخاری ، ۶۳۳۳ .

۶) مسلم: ۱۶۹۵ ، ۱۶۹۶ ، ۱۶۹۷ ، ابو داؤد: ۴۴۴۰ ، ۴۴۴۲ ، ۴۴۴۵ .

۷) العائلۃ: ۱۵ .

”اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول (محمد) آگئے ہیں وہ تمہارے لیے ایسے احکام کی وضاحت کرتے ہیں جو تم اپنی کتاب سے چھپاتے رہے ہو اور بہت سی چیزوں سے درگزر (بھی) کرتے ہیں۔“

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

”جس نے رجم کا انکار کیا اس نے گویا بغیر جانے بوجھے قرآن کا انکار کیا، پھر انہوں

نے یہ (مذکورہ بالا) آیت تلاوت کی اور فرمایا:

رجم ان احکام میں سے تھا جنہیں انہوں نے چھپایا تھا۔“ ①

اہل کتاب کی شریعت کے مطابق نبی ﷺ نے یہودی مرد و عورت کو رجم کیا تھا۔ ②

موجودہ بائبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتاب استثناء میں رجم کا حکم موجود ہے۔ ③

قدیم زمانوں میں یہودیوں نے رجم کو ماننے سے انکار کیا تھا، انہوں نے اس مسئلے کو چھپایا تھا۔ اس مسئلے میں یہود کی ہمنواٹی کرنے والے منکرینِ حدیث وغیرہ صحیح، صریح اور متواتر احادیث کا انکار کر رہے ہیں۔ نیز اجماع صحابہ اور اجماع امت کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں۔

..... جو شخص کسی مسلمان کو قصد آنا حق قتل کر دے اور مقتول کے ورثاء دیت لینے اور معاف کرنے پر رضا مند نہ ہوں تو اسلامی حکومت قاتل کو قصاص میں قتل کر دیتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصاصُ فِي الْقَتْلِ ط﴾ ④

”مونو! مقتولین کا قصاص لینا تم پر فرض کیا گیا ہے۔“

قصاص کا مقصد عبرت دلانا ہے تاکہ لوگوں کی جانیں محفوظ ہو سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① حاکم ۴/۴۰۰، صححہ و افقة الذهبی، نسانی (الکبریٰ) تحفة الاشراف ۱۷۸/۵

② بخاری: ۶۸۴۱؛ مسلم: ۱۶۹۹؛ ترمذی: ۱۴۳۷.

③ باب: ۲۲، فقرہ ۲۴-۲۲. ۱۷۸/۲/ البقرۃ.

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَأْوِي إِلَى الْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ①

”عقلمند و اتمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تا کہ تم نج سکو۔“

ایں کتاب میں بھی قصاص فرض تھا جیسا کہ درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ إِلَيْنَا تُرْجَعُ إِنَّ الْعَيْنَ إِلَيْنَا وَالْأَنْفَ  
إِلَيْنَا وَالْأَذْنَ إِلَيْنَا وَالسِّنَنَ إِلَيْنَا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ طَفْئَنَ  
إِلَيْنَا وَهُوَ كَفَارَةٌ لَهُ طَوْفَانٌ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمْ  
تَصَدِّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَارَةٌ لَهُ طَوْفَانٌ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمْ  
الظَّالِمُونَ﴾ ②

”اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بد لے جان ہے اور آنکھ کے بد لے  
آنکھ اور ناک کے بد لے ناک اور کان کے بد لے کان اور دانت کے بد لے دانت  
اور سب رخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص) کا صدقہ کر دے تو وہ اس  
کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی  
لوگ ظالم ہیں۔“

بعض احادیث میں ہے کہ اگر قتل عمد ہو تو اس پر قصاص ہوتا ہے۔ ③ جو شخص قصاص لینے  
میں رکاوٹ بنے وہ اللہ کی لعنت اور غضب کا مستحق ہوتا ہے، اس کا نہ کوئی نفل قبول ہوتا ہے اور نہ  
زلف۔ ④ پھر سے اگر کسی کا سر کچل دیا گیا ہو تو یہ بھی قتل عمد میں آتا ہے۔ نیز قصاص میں قاتل کو  
قتل کیا جاتا ہے خواہ وہ مرد کا قاتل ہو یا عورت کا۔ ⑤

قاتل سے قصاص اسی طرح لیا جاتا ہے جیسے اس نے قتل کیا ہو۔ ⑥

٢٠ البقرة: ١٧٩ . ٤٥ / المائدة: ٥ . ②

ابوداؤد: ٤٥٣٩؛ نسائی: ٣٧٨١ .

ابوداؤد: ٤٥٣٩؛ نسائی: ٧٩٣؛ ابن ماجہ: ٢٦٣٥ .

بخاری: ١، ٦٨٧٦، ٦٨٧٧؛ مسلم: ١٦٧٢؛ ابو داؤد: ٤٥٢٩ .

صرف تکوار سے قصاص لینے کی روایت ضعیف ہے۔ ①

حدیث مبارکہ لا یُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَالِدِ کی ہنا پر باپ سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ ②

تاہم اس سے دیت وصول کی جاتی ہے۔ ③

اسی طرح فرمان نبوی وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِالْكَافِرِ کی وجہ سے مسلمان کو کافر کے بدے قتل نہیں کیا جاتا۔ ④

۳:..... اگر کوئی عاقل، بالغ مسلمان (مرد و عورت) بغیر کسی جبر و اکراہ کے اسلام سے منحر ہو جائے اور سمجھانے کے باوجود دوبارہ اسلام کا اقرار نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔  
ارشاد نبوی ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ ⑤

"جو شخص اپنادین بدل لے اسے قتل کرو۔"

بَدَّلَ دِينَهُ اور التَّارِكُ لِدِينِهِ سے مراد اسلام سے انحراف ہے۔ (یہودی کانفرانی، نصرانی کا یہودی، ہندو کا سکھ اور سکھ کا ہندو ہونا وغیرہ مراہنیں) کیونکہ حدیث کے شروع میں آنے والے الفاظ دَمُ امْرِئٌ مُسْلِمٍ سے ہی استثناء ہے جب کہ بعض احادیث میں آؤ رَجُلُ اِرْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، وَأَرْتَدَادَ بَعْدَ إِسْلَامِ، کُفُرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ کے صریح الدلالۃ الفاظ موجود ہیں۔ نیز سید نا عثمان ریشتہ کو جب باغی قتل کرنا چاہتے تھے تو آپ نے ولا اِرْتَدَذْتُ مُنْذَ أَسْلَمْتُ اور مُنْذَ بَأَيَّغْتُ رَسُولَ اللَّهِ مُصَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے الفاظ کہے۔ ⑥  
بعض لوگ اسلام کو بدنام کرنے اور نو مسلموں کو اسلام سے برکشنا کرنے کے لیے بدنتی کی ہنا پر دھوکہ دہی کے لیے وقتی طور پر اسلام قبول کر لیتے تھے جیسا کہ یہود کا وظیرہ تھا۔

① دیکھیے ابن ماجہ: ۲۶۶۷-۲۶۶۸۔ ② ابن ماجہ: ۱۲۶۲، احمد ۱/۱۶۔ ③ ابن ماجہ: ۲۶۴۶۔

④ بخاری: ۱۱۱، ابو داؤد: ۱۴۵۰، نسائی: ۴۷۳۸۔

⑤ بخاری: ۱۶۹۲، ابو داؤد: ۴۳۵۱۔

⑥ ابو داؤد: ۱۴۵۰، ترمذی: ۱۲۱۵، ابن ماجہ: ۲۵۳۳۔

اسلام ایک ضابطہ حیات اور قانون بھی ہے لہذا اس کے باعث کو بغاوت کی سزا جو کہ قتل ہے، دی جاتی ہے، ہر مذہب و ملت اور قانون میں بغاوت کی سزا قتل ہے۔ اسلام کے باعث کو دراصل دھوکہ دہی اور توہین اسلام کی سزادی جاتی ہے۔ مسلمان ہونے والے کے لیے واپسی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے تاہم اسلام قبول کرنے سے پہلے اسے اختیار تھا کہ وہ چاہتا تو اسلام قبول نہ کرتا کیونکہ کسی کو مسلمان بنانے کے لیے اسلام جرنبیں کرتا جیسا کہ «لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ»<sup>۱</sup> سے عیال ہے۔

حدیث میں آنے والے المفارق للجماعۃ دراصل التارک لدینہ کی ہی وضاحت ہے۔ یہاں جماعت سے ملتِ اسلامیہ مراد ہے، مسلمانوں کا کوئی خاص گروہ یا تنظیم مراد نہیں۔ کوئی شخص ان تنظیموں میں شامل ہو یا نہ ہو وہ مسلمان ہی شمار ہوتا ہے۔

### انکار الحدیث و فقه الحدیث

مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

① قرآن و حدیث کے حکم اور اجازت سے بعض مسلمانوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

② حدود و تعزیرات اور قصاص کے احکام مردوں کی طرح عورتوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔

③ حلال و حرام کا اختیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔

④ خون بہان قتل سے کنایہ ہے۔ خون بہائے بغیر بھی مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے۔

⑤ مسلمان کو قتل کرنے کے اسباب تین میں مختصر نہیں ہیں۔

⑥ قواعد و ضوابط میں استثناء کو تسلیم کرنا چاہیے۔

⑦ شادی شدہ زانی اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق ہے۔

⑧ شادی شدہ زانی مرد و عورت کی سزا رجم ہے۔

⑨ بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہیں کیا جاتا۔

⑩ مومکن کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں۔

- ⑫ اظہار رائے کی آزادی حدود و قید کے بغیر نہیں ہوتی۔
- ⑬ مرتد اگر توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔
- ⑭ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو ارتاداد سے روکنا چاہیے۔
- ⑮ اسلام سے منحرف ہونے والے کو بھی اسلامی قوانین کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔
- ⑯ مسلمان طرت واحدہ ہیں جس کی انہیں پاسداری کرنی چاہیے۔
- ⑰ اسلام میں جان، خاندان، ازدواجی حقوق، نسب، عزت اور دین کے تحفظ کے معقول انتظامات کئے گئے ہیں۔

سیدنا حسن عسکری

## مومن سے ایمان کے تین مرطابات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَضْمُنْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔<sup>۱</sup>

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوا سے چاہیے کہ وہ خیر کی بات کرے یا پھر خاموش رہے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے اور جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتا ہو وہ اپنے ہمہ ان کی عزت کرے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

### صحابی الحدیث

حضرت ابو ہریرہؓ کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۹۔

### شرح الحدیث

یہ حدیث کئی طرق سے مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ بعض میں فَلَيُكْرِمْ جَارَةً کے بجائے فَلَا يُؤْذِ جَارَةً اور فَلَيُكْرِمْ ضَيْفَهُ کے بجائے فَلَيُحِسِنْ قِرْيَ ضَيْفَهُ کے الفاظ ہیں۔ جب کہ بعض میں ہمسائے کے تذکرے کے بجائے فَلَيَصِلْ رَحِمَةً کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لاتا ہوا سے چاہیے کہ وہ صدر حمی کرے۔ والدین اور دیگر عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اچھے لوگ صدر حمی جب کہ برے لوگ قطع حمی کرتے ہیں۔

<sup>۱</sup> بخاری: ۱۸؛ مسلم: ۴۷۔

حدیث میں بیان کردہ تینوں معاشرتی آداب کو اپنانے کا حکم اسے دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل یقین رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والا اور یوم آخرت کو جوابدہ کا عقیدہ رکھنے والا ان معاشرتی آداب کی خلاف درزی سے گریز کرتا ہے۔

حدیث میں بیان کردہ تین معاشرتی آداب یہ ہیں:

ا:..... پہلی چیز جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اچھی بات کی جائے اور اگر اچھی بات نہ کہنا ہو تو خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔ انسان کو ہر بات سوچ سمجھ کر کہنی چاہیے کیونکہ اس کی باتیں تحریر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدُّهُ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ①

”وہ (انسان) جو کچھ بولتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کے پاس ایک نگران تیار ہوتا ہے۔“

لہذا مومن کو سوچ سمجھ کر گفتگو کرنی چاہیے۔ زبان کو اللہ کے ذکر، توبہ و استغفار اور کلمہ خیر میں مشغول رکھنا چاہیے۔ اسے فضول باتوں اور کلمہ شر سے پاک رکھنا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ہے:

”بہت سے لوگوں کو ان کی زبانوں کی کاث (گفتگو) منہ کے بل جہنم میں گرائے گی۔“ ②

زبان جرم (جسمات) کے لحاظ سے چھوٹی مگر اس کے جرام بڑے بڑے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تکوار کے زخم تو مندل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم مندل نہیں ہوتے۔

حدیثِ نبوی میں ہے کہ آدمی (بعض اوقات) بات کرتا ہے، اسے اس بات کی سکینی کا اندازہ نہیں ہوتا مگر وہ اسی بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی گہرائی میں جاگرتا ہے۔ ③

بعض احادیث میں ہے کہ ایسا شخص جہنم میں ستر سال تک گرتا چلا جائے گا۔ ④

کلمہ کفر و شرک، افتراء پردازی، استہزاء، شہادت زور (جھوٹی کواہی)، جھوٹ، جادو،

① ترمذی: ۲۶۱۶.

② احمد: ۷۶۱۷ - ۷۶۱۸.

۱۸ / ق: ۵۰.

③ بخاری: ۲۵۰۱.

ہنمان، طعن و تشنیع، سب و شتم، غیبت اور چغلی وغیرہ ایسے گناہ ہیں جو زبان سے ہی سرزد ہوتے ہیں، معاشرے میں بڑے بڑے فتنے، خاندانوں کی باہمی لڑائیاں، محلے داروں کی چپکش اور پیٹرخون خرابوں کے پس منظر میں زبان کے نشتر ہی تباہی و بر بادی پھیلائے ہوتے ہیں۔

کلمہ حق، امر بالمعروف و نہی عن الممنکر اور دیگر اچھی باتوں سے خاموشی اختیار کرنا درست نہیں، ایک شخص نے چپ رہنے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ وہ بات کرے۔<sup>۱</sup>  
اس کے عکس جو شخص اس بات کی ضمانت دے کر وہ زبان اور شرمگاہ کو غلط استعمال نہیں کرے گا  
اسے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔<sup>۲</sup>

ایک اور حدیث میں ہے:

منْ صَمَتَ نَجَأَ.

”جو خاموش رہا نجات پا گیا۔“

تَمَّا مِرْدَخْنَ نَا گَفْتَهْ بَاشَدْ

عِيْبَ وَ هَنْرَشَ نَهْفَتَهْ بَاشَدْ (سعدی)

”جب تک آدمی بات نہیں کرتا اس کے عیوب اور خوبیاں چھپی رہتی ہیں۔“

..... قرآن و حدیث میں ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِلَوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسِكِينَ وَالْجَارِ ذِي الْجُنْبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجُنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾<sup>۳</sup>

”اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ہٹھراو، والدین کے ساتھ احسان کرو، اور رشتے داروں، تیمیوں، مسکینوں، رشتے دار (قریبی) پڑو سی

۱ بخاری: ۶۷۰۴ . ۲ بخاری: ۶۴۷۴ .

۳ احمد: ۶۱۹۳، الصحيحۃ: ۵۳۶ . ۴ النساء: ۳۶ .



اور اجنبی (یادوں کے) پڑوی اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ بھی  
(حسن سلوک کرو)۔<sup>۱</sup>

ارشادِ نبوی ہے:

”اللہ کے نزدیک بہترین پڑوی وہ ہے جو اپنے پڑویوں کے حق میں بہتر ہو۔“<sup>۲</sup>

ایک اور حدیث میں ہے:

”مجھے جبریل ہمسائے کے بارے میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے خیال ہوا  
کہ اسے وراشت کا بھی حقدار ٹھہرایا جائے گا۔“<sup>۳</sup>

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب استطاعت کھانے پینے اور دیگر اشیاء پیش کر  
کے ہمسایہ کی خبر گیری کی جائے، نیز پڑوی کے ہدیے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔<sup>۴</sup>  
اگر سب ہمسایوں کو ہدیہ بھیجنے کی استطاعت نہ ہو تو اسے ہدیہ بھیجا جائے جس کا دروازہ  
زیادہ قریب ہو۔<sup>۵</sup>

اک شجر محبت کا ایسا لگایا جائے  
جس کا ہمسائے کے آنکن میں بھی سایہ جائے  
ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاوون کا معاملہ کرنا چاہیے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت  
پر یقین رکھتا ہوا سے چاہیے کہ ہمسایہ کو اذیت نہ دے۔ نبی اکرم ﷺ نے تین دفعہ فرمایا:  
”اللہ کی قسم! وہ (کامل) مومن نہیں۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کون؟  
آپ نے فرمایا: جس کا ہمسایہ اس کی ایذا رسانیوں اور شرارتیوں سے محفوظ نہ ہو۔“  
جب کہ ایک اور روایت میں ہے کہ ”ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“<sup>۶</sup>

۱ ترمذی: ۱۹۴۴۔

۲ بخاری: ۶۰۱۴، ۶۰۱۵، ۶۰۱۶ مسلم: ۲۶۲۵ - ۲۶۲۴؛ ترمذی: ۱۹۴۲۔

۳ بخاری: ۲۵۶۶ مسلم: ۲۶۲۵، ۱۰۳۰۔

۴ بخاری: ۲۲۵۹۔

۵ بخاری: ۶۰۱۶، مسلم: ۴۶۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ زنا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ حرام ہے، اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور وہ تلقیامت حرام ہے، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمسایہ عورت سے بدکاری کرنا دیگر دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرنے سے بھی بڑھ کر سمجھنے جنم ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا: چوری کے بارے میں تمہارا کیا موقف ہے؟ انہوں نے کہا کہ چوری حرام ہے، اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ لہذا یہ قیامت تک حرام ہے۔ آپ نے فرمایا: دس گھروں میں چوری کرنا اس سے کمز (گناہ) ہے کہ آدمی ہمسائے کے گھر میں چوری کرے۔ ①

ہمسائیگی کے حقوق کی بنیاض جرم کی شناخت بڑھ جاتی ہے۔ ہمسائے کو تسلی کرنے والے اور اسے پیشان کرنے والے پر اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی لعنت برستی ہے۔ ②  
پڑوی کو اذیت دینے والی عورت جہنم میں جائے گی اگر چہ وہ عبادت کرنے والی، تہجد گزار اور روزے رکھنے والی ہو۔ ③

بلدانی (کبیر) میں روایت ہے کہ بُرے ہمسائے سے نبی اکرم ﷺ کی پناہ مانگتے تھے:  
أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَارِ السُّوءِ فِي دَارِ الْأَقَامَةِ۔ ④

”میں بُرے پڑوی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

۳: .....اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والوں سے تیسرے مطالبه یہ کیا گیا ہے کہ مہماں کی تکریم کریں۔

تکریم ضیف کا مطلب یہ ہے کہ خندہ پیشانی اور شرح صدر کے ساتھ اس کا استقبال کیا جائے۔ خوش دلی کے ساتھ حسب استطاعت اس کی ضیافت کی جائے۔ نیز اس کے راحت و آرام کا تقدیر خیال رکھا جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

”جُونُسُ اللَّهِ أَوْ يَوْمٍ آخِرٍ تُپْرِيْمَانَ رَكْتَهَا هُوتَاهُ سَمْهَانَ كَيْ عَزْتَ كَرْتَهَ ہوئَے۔“

احمد: ۲۲۷۳۴۔ ۸۳/۴ حاکم: ۵۱۵۳؛ ابو داؤد: ۲۲۷۳۴۔

احمد: ۴۴۰/۲۔ ۱۲۹۹؛ صحیح الجامع: ۴۴۰/۲

اس کا جائزہ (حق) ادا کرنا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک دن اور رات (حسب استطاعت بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے۔ اس کے بعد (مہمان کی خدمت و تواضع) اس پر صدقہ ہے۔<sup>①</sup>

یعنی مہمان نوازی کے تین دنوں میں سے پہلے دن عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے جب کہ باقی دو دن حسب معمول ضیافت کی جاسکتی ہے۔ تین دن کے بعد بھی اگر مہمان بھرے تو اس کی مہمان نوازی صدقہ شمار ہوگی یعنی مہمان نوازی کے ثواب کے بعد میزبان کو صدقہ کرنے کا اجر دیا جائے گا۔

مہمان نوازی انبیاء ﷺ اور صلحاء کا طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں ابراہیم ﷺ کے معزز مہمانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے (مہمانوں سے پوچھے بغیر) ایک پلا ہوا پچھڑا بھون کر انہیں پیش کیا۔<sup>②</sup>

ابو طلحہ النصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے مہمان کو اپنا مہمان بنایا، کھانا چونکہ کم تھا اس لیے انہوں نے مہمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا اور خود نہیں کھایا اور مہمان کو پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔ اللہ ان سے بہت خوش ہوا، اور یہ آیت نازل کی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾<sup>③</sup>

”اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو۔“

یعنی وہ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔<sup>④</sup>

اگر کوئی شخص مہمان کی ضیافت نہ کر سکتا ہو تو دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ وہ مہمان نوازی کریں۔ قرآن مجید سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ سجادہ رکھنے والوں مہمانوں کے سامنے میزبان کی عزت اور بھرم کا خیال رکھتے ہیں۔ جب کہ نادان لوگ میزبان کو مہمان کے سامنے بے آبرو کر

<sup>①</sup> بخاری: ۶۱۳۵؛ مسلم: ۴۸۔ <sup>②</sup> الدریات: ۵۱ / ۲۴-۲۷۔

<sup>③</sup> بخاری: ۳۷۹۸۔ <sup>④</sup> الحدیث: ۵۹ / ۰۹۔

دیتے ہیں۔ مہمانوں کو ایذا پہنچانا میزبان کی توہین ہے۔ حضرت ابو طالبؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿وَلَا تُخِزُّونَ فِي ضَيْفِي طَالِيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ ①

”اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوانہ کرو، کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے؟“

جو لوگ استطاعت ہونے کے باوجود مہمان کی ضیافت سے انحراف کرتے ہیں وہ اپنے لوگ نہیں ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں آنے والے الفاظ «فَأَبُوا أَنْ يُضَيِّقُوهُمَا» ② میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔

تاہم مہمان کو بھی چاہیے کہ میزبان کی عزت کا لحاظ رکھے اور بلا ضرورت زیادہ دریکٹ ٹھہر کر میزبان کو تنگی اور پریشانی میں بٹلانہ کرے۔ ارشادِ نبوی ہے:

”کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کے پاس اتنی دریکٹ ٹھہرے کہ اسے گناہ گار کر دے۔ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ! مہمان اسے گناہ گار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ اس کے پاس یہاں تک ٹھہرا رہے کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔“ ③

### انکار الحدیث و فقه الحدیث

① شریعتِ اسلامیہ میں معاشرتی زندگی سے متعلق بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

② ایمان کے مطالبات تسلیم کرنے سے معاشرتی معاملات بھی بہتر ہو سکتے ہیں۔

③ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لانے کے نتیجے میں اللہ کے سامنے جواب دی کا تصور اجاگر کرنا چاہیے۔

⑤ چپ رہنے کے بجائے اچھی بات کرنا بہتر ہے۔

⑥ هود: ۱۱: ۸۷ / الکھف: ۱۸ .

⑦ مسلم: ۴۸ .

- ⑥ حق بات سے خاموش رہنا جائز نہیں۔
- ⑦ اچھی بات نہ کرنا ہو تو چپ رہنا چاہیے۔
- ⑧ گھر میں ساتھ رہنے والا بھی ایک اعتبار سے ہمسایہ ہوتا ہے۔
- ⑨ ہم مكتب، ہم جماعت، ہم سفر وغیرہ بھی ہمسایہ کا درجہ رکھتے ہیں۔
- ⑩ غیر مسلم ہمسائے کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔
- ⑪ تمام اقسام کے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔
- ⑫ ہمسایوں سے حسن سلوک صلذ جمی کا ہی ایک پہلو ہے۔
- ⑬ پڑوں کی واپسی اپنچاناعام لوگوں کو افیت دینے سے دل گناہ سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔
- ⑭ مہمان کا حق تین دن تک ہے۔ تین دن کے بعد اس پر کئے جانے والے اخراجات صدر کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- ⑮ مہمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے۔
- ⑯ مہمان کے ساتھ اچھی گفتگو کرنی چاہیے۔
- ⑰ مہمان کی خدمت کرنی چاہیے۔
- ⑱ مہمان نوازی انبیاء و رسول ﷺ کی سنت اور ان کی تعلیمات کا حصہ ہے۔
- ⑲ حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔
- ⑳ اسلام ایسے امور کی ترغیب دیتا ہے جن سے مسلمانوں میں ایک دوسرے کی معاونت اور محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

سید جواد علی جعفر

## طیش کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَيْنِيْ، قَالَ: لَا تَغْضَبْ، فَرَدَدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ. رَوَاهُ البُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .<sup>①</sup>

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ مجھے وصیت فرمائیں! آپ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اس نے سوال بار بار ہرایا تو آپ نے (ہر بار) یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

### صحابی الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رض کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۹۔

### شرح الحدیث

نبی اکرم ﷺ سے مختلف اوقات میں کئی لوگوں نے جب آپ سے نصیحت طلب کی تو آپ نے انہیں لا تغضب فرمایا۔ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ سکھادیں مگر بہت زیادہ بتانا تاکہ میں یاد رکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا:

لا تغضب: غصہ نہ کیا کرو؟

اس کے بار بار پوچھنے کے باوجود آپ نے یہی جواب دیا۔<sup>②</sup>

ایک آدمی عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ! ایک ایسا عمل بتاویں جو مجھے جنت میں داخل کرے مگر زیادہ اعمال نہ بتانا (کہ کہیں یہ نہ ہو کہ میں یاد ہی نہ رکھ سکوں)۔ آپ نے فرمایا:

① بخاری: ۶۱۱۶۔

② ترمذی: ۲۰۲۰، احمد: ۱۵۳۹۸۔

لَا تَغْضِبُ وَلَكَ الْجَنَّةُ۔ ①

”غضہ نہ کیا کریں تمہارے لیے جنت ہے۔“

اس کے بار بار سوال کرنے پر آپ ﷺ نے یہی جواب دیا۔

ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے اسے غصہ کرنے سے منع کیا۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ جو آپ نے فرمایا تھا میں نے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ:

الْغَضَبُ يَجْمَعُ الشَّرَّ كُلَّهُ۔ ②

”غضہ ساری شر کا مجموع ہے۔“

جن لوگوں کو آپ نے غصہ سے منع کیا، زیر مطالعہ حدیث کی شرح میں فتح الباری میں ان کے نام جاریہ بن قدامة، سفیان بن عبد اللہ ثقیفی، ابو رداء اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ذکر کئے گئے ہیں۔ غصہ کی حالت میں اکثر لوگوں سے چونکہ اعتدال کا دامن چھوٹ جاتا ہے اس لیے کئی لوگوں کو تکرار کے ساتھ لا تغضب ”غضہ نہ کر“ فرمایا۔

غضہ آنے سے پہلے لا تغضب سے مقصود یہ ہے کہ آدمی کوشش کرے کہ اسے غصہ نہ آئے۔ تا آنکہ غصہ نہ کرنا اس کی عادت کا حصہ بن جائے۔ وہ ایسے اسباب اپنائے جن کی بنا پر اسے غصہ نہ آئے۔ عاجزی و انکساری، حلم و بردباری، عفو و درگز را اور خندہ پیشانی سے ملا وغیرہ غصہ کرو دکتا ہے۔

جب غصہ آجائے تو اس وقت لا تغضب کا مطلب ہو گا کہ غصے کے کہنے پر عمل نہ کیا جائے۔ جب انسان مغلوب الغصب ہو تو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ غصہ گویا کہ اسے برائی اور معصیت پر اکسار ہوتا ہے اور نیکی سے رکنے کا حکم دے رہا ہوتا ہے۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَلَا سَكَّتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ﴾ ③

① صحیح الجامع: ۷۳۷۴۔

② احمد: ۲۲۰۸۸۔

③ الاعراف: ۱۵۴۔

عَفَادِ وَسَادَ اَدْرَىٰ دَيْنَ

”جب موسی کا غصہ خاموش (فرو) ہوا۔“

جب انسان غصے کی بات نہیں مانتا تو اس کا شر بھی رک جاتا ہے۔ گویا کہ وہ غصے میں آیا ہی نہیں تھا۔ قرآن پاک میں بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

(وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٦﴾) ①

”جب وہ (موسی) غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔“

ایک اور آیت میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَارِفِينَ عَنِ التَّأْسِ ط) ②

”اور وہ غصے کو پی جانے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔“

حضرت عمر بن الخطابؓ کے خلاف کسی شخص نے بات کی مگر انہوں نے اسے حکم قرآن کی بنا پر معاف کر دیا۔ ③

عام حالات میں کسی کی غلطی سے درگزر کرنا آسان مگر غصے کی حالت میں بہت دشوار ہوتا ہے۔ جو موسی اس حالت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”انسان جو کچھ پیتا ہے، اس میں اللہ کے نزدیک زیادہ اجر والا وہ گھونٹ ہے جو اس نے اللہ کی رضا کی خاطر پیا۔“ ④

ایک اور حدیث میں ہے:

مَنْ كَفَ غَضَبَهُ سَتَرَ اللَّهُ عَورَتَهُ وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ مَلَّا اللَّهُ قَلْبَهُ رَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . ⑤

② ۳/۳ اہل عمرن: ۱۳۴.

۴۲۰/الشوری: ۳۷.

④ ابن ماجہ: ۴۱۸۹.

۵۶۴۲/بخاری.

۶ المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۰۲۳، الصحیحۃ: ۹۰۶، نیز دیکھیے تقریباً اسی معنی کی روایت کتر العمال: ۷۱۶۴.

"جو شخص اپنے غصے کو رو کے اللہ اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا اور جو شخص اپنے غصے کو ایسی حالت میں پی جائے کہ اگر وہ غصہ پورا کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا تو اللہ اسے قیامت کے دن امید سے بھر دے گا۔"

بعض دیگر احادیث میں بھی اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو شخص پورا کرنا چاہے تو کر سکتا ہو گردوہ پی جائے۔ ①

. ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"پہلوان اور طاقتو وہ شخص ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔" ②

آج کا دور نفیاتی وہنی الجھنوں کا دور ہے اس میں لوگوں کو غصہ زیادہ آتا ہے اور معمولی باتوں پر جذباتی ہو کر بھڑک اٹھتے ہیں، لہذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے غصے کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیم کو سامنے رکھنا چاہیے تاکہ انفرادی اور اجتماعی نقصانات سے بچا جاسکے اور زندگی خوشگوار اور امن و سکون سے گزرے۔ ③

غضنے کو کافور کرنے کے لیے درج ذیل شرعی تجویز اور بدایات پر عمل کیا جائے:

: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھا جائے۔ ④

یا یہ پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ⑤

: جب فصر آئے تو آدمی خاموش ہو جائے۔ ⑥

: اگر کھڑا ہو تو بینچ جائے۔ ⑦

: اگر پھر بھی غصہ ثتم نہ ہو تو لیٹ جائے۔ ⑧

(یہ تهدیل کرنے سے بھی مزاج کی کیفیت بدل سکتی ہے۔)

① ابو داؤد: ۱۴۷۷ ترمذی: ۲۰۲۱، ابن ماجہ: ۴۱۸۶۔

② بخاری: ۶۱۱۴، مسلم: ۲۶۰۹، ابو داؤد: ۴۷۷۹۔

③ اربعین الحرامی تسبیح: ۴۹۔

④ بخاری: ۶۱۱۴، مسلم: ۲۶۰۹۔

⑤ احمد: ۲۰۲۹۔

⑥ ابضا۔

⑦ ابو داؤد: ۴۷۸۰۔

⑧ ابو داؤد: ۴۷۸۲۔

عقائد و احکام اور اخلاقیات

131

غھے کی آس کو وضو کر کے خندنا کیا جائے۔ ①

چونکہ غھے کی حالت میں خون کا دباؤ (بلڈ پریشر) بڑھنے سے دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے، آنکھیں اور چہرے سرخ ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں وضو کرنے سے طبیعت کی حرارت میں کمی آتی ہوگی۔

غصہ قابو کرنے کے لیے کچھ مزید تابیر ملاحظہ کیجیے:

غصہ کا چاہیے کہ غھے کے نقصانات کو ذہن میں لائے۔

\* انسان کو چاہیے کہ غھے کے نقصانات کو ذہن میں لاے۔  
\* تخل و برداہی اختیار کرنے اور غصہ کنٹرول کرنے کی فضیلت کی طرف دھیان رکھا

جائے۔

\* اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑھائی کو یاد کرے۔

\* انسانوں پر اللہ تعالیٰ کے حلم اور برداہی کو یاد کیا جائے۔

اگر کوئی شخص آپ کی کسی خامی یا گناہ کے بارے میں بات کرے تو آپ کہیں کہ جس گناہ یا خامی کا آپ نے ذکر کیا ہے میں اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کے بارے میں ایسی خامی کے بارے میں بات کہی جائے جو آپ میں نہ پائی جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اس خامی سے محفوظ رکھا ہے جس کی آپ کو عارد لائی گئی ہے۔ بلکہ یہ دوسرے کی سخت کلامی تو تمہارے لیے ایک نیکی تھی تو تمہاری طرف پہنچائی گئی۔

### غھے کی استثنائی صورت

اللہ تعالیٰ کی حرمتوں، شعائر اور احکام کی پامالی پر اللہ کی خاطر غصبناک ہونا ایمان کا حصہ اور سنت نبوی ہے۔ نبی اکرم ﷺ خلاف شریعت عمل دیکھتے تو آپ کے چہرے مبارک کارنگ تغیر ہو جاتا، آپ شدید غھے میں آتے اور سختی کرتے بلکہ حرمت اللہ کی پامالی پر لوجہ اللہ انقام بھی لیتے۔ کسی کو سرزنش کرنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ بھی کرتے۔ صحیح بخاری کتاب الادب میں اس قسم کا کافر روایات موجود ہیں۔ ان احادیث پر امام بخاری رضا کی تجویب درج ذیل ہے: باب ما

يجوز من الغضب والشدة لامر الله عز وجل و قال الله تعالى: «جَاهِدُ الْكُفَّارَ وَالْمُنِفِقِينَ وَأَغْلُظْ عَلَيْهِمْۚ» ①

- ☆ پرے پر تصاویر دیکھ کر آپ ﷺ نا راض ہوئے۔ ②
- ☆ ایک امام کے بہت زیادہ بھی نماز پڑھانے پر آپ نے لوگوں کو نصیحت کے دوران میں شدید غصہ کیا۔ ③

☆ آپ ﷺ نے مسجد میں قبلہ جانب تھوک دیکھا تو صاف کر دیا اور لوگوں کے ایسا کرن پر آپ غصے ہوئے۔ ④

☆ ایک آدمی کے بے مقصد سوال کرنے پر آپ غصے ہوئے۔ ⑤  
 ☆ غنائم کی محمدی تقسیم پر منافقوں نے اعتراض کیا تو آپ بہت غصے ہوئے۔ ⑥  
 نبی ﷺ کو کفار و مشرکین پر بختی کرنے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ وَأَغْلُظْ عَلَيْهِمْ سے ظاہر ہے،  
 تاہم غصے کی حالت میں بھی آپ ﷺ حق اور رجح ہی کہتے، آپ ﷺ اللہ سے یہ دعا ملتے تھے:

أَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا.

”(اے اللہ) میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے غصے اور خوشی میں کلمہ حق کہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔“

کفار کے خلاف نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی دلی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِإِيمَنِكُمْ وَيُخْزِهُمْ وَيُنَصِّرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشَفِّ

صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَيَدِهِبُ غَيْظُ قُلُوبِهِمْ...﴾ ⑦

”ان (کفار و مشرکین) سے لڑو۔ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا، انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا

① التوبۃ: ۶۶، ۷۳ / التحریم: ۹. ② بخاری ایضاً.

③ ایضاً. ④ ایضاً. ⑤ ایضاً. ⑥ بخاری: ۳۱۵۰؛ مسلم: ۱۰۶۲.

⑦ احمد: ۱۷۶۰۵؛ نسائی: ۱۳۰۷. ⑧ ۹ / التوبۃ: ۱۴-۱۵.

جتنے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا....."

### اذکار الحدیث و فقہ الحدیث

① صحابہ کرام ﷺ نبی اکرم ﷺ سے نصیحت طلب کرتے تھے۔

② نبی اکرم ﷺ لوگوں کی ضرورت کے مطابق انہیں ہدایات دیتے، جسے جس نصیحت کی زیادہ ضرورت ہوتی اسے وہی نصیحت فرماتے۔

③ بعض صحابہ کرام ﷺ زیادہ مسائل پوچھنے کی بجائے جامع امور دریافت کرتے تاکہ انہیں یاد رکھنا آسان ہو اور ان پر عمل بھی کیا جاسکے۔

④ اعلیٰ اخلاق اپنانا اور ادنیٰ سے پچنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

⑤ برے اخلاق سے روکنا سدت نبوی ہے۔

⑥ شریعت اسلامیہ میں غصہ روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز لوگوں کو بھی غیظ و غضب سے روکنا چاہیے۔ (کیونکہ اس کے نتائج بہت نقصان دہ ہوتے ہیں۔)

⑦ اگر کوئی غصہ روکنا چاہتا ہو تو روک بھی سکتا ہے۔

⑧ غصے پر قابو پانے کے لیے اس سلسلے کی مدد ابیر کو بروئے کار لایا جائے، چند مدد ابیر یہ ہیں:  
تعوز پڑھنا، خاموش ہو جانا، بیٹھ جانا، لیٹ جانا، وضو کرنا، غصے کے نقصانات کی طرف دھیان دینا اور غصے پر قابو پانے کی فضیلت ذہن میں لانا نیز اللہ تعالیٰ کے تحمل اور برباری کو یاد کرنا وغیرہ۔

⑨ اللہ تعالیٰ سے غصے سے بچنے کے لیے انسان کو اپنے غصے پر قابو پانا چاہیے۔

⑩ غصہ نہ کرنا جنت میں جانے کا ایک سبب ہے۔

⑪ کسی تاکیدی حکم کو اگر ایک سے زیادہ مرتبہ دہرانے کی ضرورت ہو تو اسے دہرا جائے۔

⑫ صبر و تحمل اور سنجیدگی اچھی صفات ہیں۔

⑬ احکام شریعت کی پامالی پر غصبنا ک ہونا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

⑭ حدود الہیہ کو پامال کئے جانے پر غصے میں آنا اور سختی کرنا انبیاء ﷺ کی سنت ہے۔

## ہر کام احسن طریقے اور سلیقے سے کرنا

عَنْ أَبِي عَمْرٍونَ شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا فَتَلَّمْتُمْ فَأَخْسِنُوا الْفَتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَخْسِنُوا الذِبْحَةَ، وَلَيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفَرَةً وَلَيُرِخَ ذِبِيعَتَهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے، جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تمہارے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذیج کو آرام پہنچائے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو یعلیٰ ہے، بعض نے ابو عبد الرحمن بھی بیان کی ہے۔ آپ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سنتی ہیں۔ آپ کاشم عباد الصحابة (شب بیداری اور دیگر نفل عبادات کرنے والے صحابہ اور فقهاء صحابہ) میں ہوتا ہے۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد پچاس ہے۔ صحیحین میں سے صرف صحیح مسلم میں یہی ایک روایت آپ سے مروی ہے۔ آپ کی وفات ۵۸ھ میں بیت المقدس میں ہوئی۔

شرح الحدیث

اس حدیث میں ہر کام کو اچھے طریقے اور خوبصورتی سے کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مُحْسِنٌ فَآخْسِنُوا فَإِذَا قُتِلَ أَحَدُكُمْ فَلْيُخْسِنْ  
مَقْتُولَهُ وَإِذَا ذَبَحَ فَلْيُحِدَ شَفَرَتَهُ وَلْيُرِخْ ذَبِيعَتَهُ . ①

”اللہ عز و جل محسن (احسان کرنے والا) ہے، تم بھی احسان کرو، جب تم میں سے کوئی شخص قتل کرے تو مقتول سے احسان کرے اور جب ذبح کرے تو چہری کی دھار تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“

حضرت انس بن مالک سے مردی طبرانی کی ایک روایت میں ہے:

إِذَا حَكَمْتُمْ فَاعْدِلُوا وَإِذَا قَتَلْتُمْ فَآخْسِنُوا فَإِنَّ اللَّهَ مُحْسِنٌ  
يُحِبُ الْمُحْسِنِينَ . ②

”جب تم فیصلہ کرو اور جب قتل کرو۔ تو احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والا ہے اور احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

حدیث زیر بحث میں آنے والے الفاظ کتب الْحَسَان سے مراد ہے کہ احسان کوفرض اور حقیقی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں کتب اس معنی و مفہوم کو ادا کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ ان آیات کریمہ میں ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ ③

”بے شک نما زایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔“

﴿كُتُبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ④

”تم پر روزہ رکھنا لکھ دیا گیا ہے۔“

﴿كُتُبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ ⑤

”تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے۔“

① ابن ابی عاصم، الدیات، ص: ۵۶، الکامل لابن عدی ۳۲۸/۲، صحیح الجامع: ۱۸۲۲.

② صحیح الجامع: ۴۹۴. ۱۰۳ / النساء: ۴/.

③ ۲۱۷. ۲/ البقرة: ۱۸۳ .

④ صحیح الجامع: ۴۹۴. ۱۰۳ / النساء: ۴/.

⑤ ۱۸۳. ۲/ البقرة: ۱۸۳ .

﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِيٌّ ط﴾ ①

”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول۔“  
 ﴿وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ النَّذِيرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَّ

الصلیحون﴾ ②

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔“

﴿أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ ③

”یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے۔“  
 نمازِ تراویح کے لیے درج ذیل الفاظ استعمال کیے گئے:

خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ ④

”میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ (نمازِ تراویح) فرض ہی نہ کر دی جائے۔“

اور مساواں سے متعلق حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَىَّ ⑤

”میں ڈر گیا کہ کہیں وہ مجھ پر (اور میری امت پر) فرض ہی نہ کر دی جائے۔“

تاہم بہت سے اعمال میں احسان کا ایک حصہ توازیم ہوتا ہے جب کہ دوسرا حصہ مستحبات کی

قبلی سے ہوتا ہے۔ اس لیے ہر چیز میں احسان اس کے حسب حال ہوتا ہے۔ ⑥

(i) قتل میں احسان: قتل سے مراد کسی موذی جانور (مثلاً چھپکلی)، قصاص میں قاتل اور میدان جنگ میں دشمن کو قتل کرنا ہے یا کسی بھی واجب القتل شخص کو قتل کرنا ہے، خواہ اسے کسی حد

① ۲۱ / الانبیاء: ۱۰۵.

۱ ۵۸ / المجادلة: ۲۱.

② بخاری: ۹۲۴.

۲ ۵۸ / المجادلة: ۲۲.

③ احسان کی مزید تفصیل کے لیے حدیث نمبر ۷ کا مطالعہ کیجئے۔

۳ احمد: ۱۵۴۳۳.

ہر نفاذ کے لیے قتل کیا جائے، ان تمام صورتوں میں مقتول کو سلیقہ اور عمدگی سے قتل کیا جائے تو یہ  
آدمی کے قتل کی ہیئت و کیفیت کو کہتے ہیں۔

اسان کھلاتا ہے۔ آلفتہ قتل کی ہیئت و کیفیت کو کہتے ہیں۔  
آدمی کے قتل میں احسان یہ ہے کہ گردن پر تیز تلوار مار کر سر قلم کر دیا جائے۔ کفار کی

گردن زدنی کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے۔<sup>۱</sup>

گردن زدنی میں اہل عرب کے ہاں قتل کے بھی انک اور وحشیانہ طریقے راجح تھے، دشمن پر قابو پا  
جاہیت میں اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر اسے ٹڑپاتے، اس کی شکل مسخ کر دیتے، کان،  
لہجے تو سنگدی سے اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر اسے ٹڑپاتے، اس کی شرعی حکم کی تقلیل میں با مر مجبوری اگر  
ہاں، دل اور جگر کاٹ ڈالتے۔ مگر اسلام نے یہ حکم دیا کہ کسی شرعی حکم کی تقلیل میں با مر مجبوری اگر  
کسی کی جان بھی تلف کرنی پڑے تو اس میں سلیقہ شعاراتی ہونی چاہیے تاکہ مقتول کو کم سے کم  
تکلیف ہو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع کر دیا۔<sup>۲</sup>

بدر کے سہیل نامی قیدی کا مثلہ بھی اسی لیے نہیں کیا گیا تھا۔<sup>۳</sup>

ایک دفعہ کفار قریش کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے جو بھی کپڑا جائے  
اوے صرف قتل کیا جائے جلایا نہ جائے۔<sup>۴</sup>

امام احمد بن خبل ؓ فرماتے ہیں:

”زندہ مچھلی کو (بھی) آگ میں بھوننا جائز نہیں۔“

سیدنا علیؑ نے (سبائیہ) مرتدین کو جلا دیا تھا، ابن عباس ؓ کو جب اطلاع می تو  
فرمان لگے:

”اگر میں ہوتا تو نہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب  
(آگ) کی سزا نہ دو، البتہ میں نہیں قتل ضرور کرتا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ  
جو شخص (مسلمان) اپنادین تبدیل کر لے (مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو۔“<sup>۵</sup>

۱/الأنفال: ۱۲؛ ۴۷ / محمد: ۴.

۲/مسلم: ۱۷۳۱؛ ابو داؤد: ۲۶۷؛ احمد: ۱۹۱۰۳.

۳/بخاری: ۲۴۷۴.

۴/بخاری: ۳۰۱۶.

۵/بخاری: ۶۹۲۲.

البته شادی شدہ زانی کو جرم ثابت ہونے پر سنگار کر کے مار دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ مخاربہ (ڈاکہ زنی) کے مجرم کی سزا پھانسی ہے۔ ان حدود کا حکم چونکہ شریعت نے دیا ہے اس لئے جائز بلکہ ضروری ہیں۔

اگر کسی مقتول کا مثلہ کیا گیا ہو تو اس کے قصاص میں قاتل کا بھی مثلہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ قبلہ عکل و عرینہ کے ساتھ کیا گیا تھا، اسی طرح قصاص میں یہودی کا سر پتھروں سے چلا گیا تھا۔ ۵  
ii) ذبح میں احسان: اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ جانوروں پر بھی رحم و کرم اور ترس کیا جائے۔ اسی لیے جانوروں کو باندھ کر مارنے، ان پر نیزہ بازی وغیرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔<sup>۶</sup>

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ مجھے بکری ذبح کرتے وقت اس پر ترس آتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اگر تم اس پر رحم کرو گے تو اللہ تم پر رحم کرے گا۔“<sup>۷</sup>

تاہم آپ نے اسے یہ نہیں فرمایا کہ ذبح ہی نہ کرو۔ جانور کے اس بچے کو بھی ذبح نہیں کرنا چاہیے جس کے ذبح کرنے سے اس کی ماں کو نقصان یا تکلیف پہنچے۔<sup>۸</sup>  
اگر بوقت ضرورت کسی جانور کو ذبح کرنا پڑے تو بھی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسے کم سے کم تکلیف پہنچے۔ کیونکہ وَلِیُّخَ ذَبِيْحَتَهُ کا حکم ہے، اس کی چند صورتیں یہ ہیں:  
۱: چھری تیز کر لی جائے۔<sup>۹</sup> کند چھری سے جانور کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔  
۲: چھری کو جانور کے سامنے تیز نہ کیا جائے<sup>۱۰</sup> تاکہ وہ پریشان نہ ہو۔

۱ بخاری: ۲۳۳، ۶۸۷۷؛ مسلم: ۱۶۷۱، ۱۶۷۲؛ ابو داؤد: ۴۵۲۹؛ ترمذی: ۷۲ نسانی: ۳۷۶۷-۳۷۵۷۔ مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر ۱۲ کا مطالعہ کیجئے۔

۲ بخاری: ۵۰۱۳-۵۰۱۰؛ مسلم: ۱۹۰۶-۱۹۰۸۔

۳ احمد: ۱۰۰۳۹؛ ابو داؤد: ۲۸۴۲۔

۴ مسلم: ۱۹۰۵؛ احمد: ۵۰۹۲۔

۵ المعجم الكبير: ۱۱۹۱۶۔

چھری کو جانور سے چھپا کر کھا جائے، ① ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔

ذبح کرتے وقت زیادہ دیرینہ لگائی جائے۔ ②

رگیں کاٹنے میں جلدی کی جائے تاہم منکار فوراً نہ توڑا جائے اور نہ چھری کی نوک کو گردن کی ہڈی میں موجود حرام مغز کو کاٹنے کے لیے مارا جائے کیونکہ اس طرح بہت سادم مفتوح (بہتا ہوا خون) جانور کے اندر ہی رہ جائے گا۔ (وہ خون حرام اور مضرِ صحّت ہوتا ہے۔)  
کسی جانور کو ذبح کرنے کے لیے اگر اس کی گردن پر پیر رکھنے (یا باندھنے) کی ضرورت ہو تو یہ اس وقت کیا جائے جب آپ ذبح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ③

جانور ذبح ہونے کے بعد جب تک ہل رہا ہواں کی کھال نہ اتاریں کیونکہ ابھی تک اس میں زندگی کے آثار موجود ہیں، جب کہ زندہ جانور کا کوئی عضو یا اس میں سے کوئی چیز کا شناجائز نہیں۔ ④  
یہاں پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو دین حلال جانور کے ذبح کرنے کے لیے اتنے آداب سکھاتا ہے، وہ دوسرے انسانوں سے برداشت کرنے کے لئے آداب سکھاتا ہوگا۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنی زندگی کے تمام معاملات، کام کا ج اور اپنی روشن اور رویے پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں میرے اندر بے سلیقہ پن، اجدہ پن، بے ڈھنگا پن اور بے تمیزی تو نہیں ہے، میرا برداشت دوسروں کے لیے تکلیف دہ، ناگوار اور ناپسند تو نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو اس کی اصلاح ہونی چاہیے اور اپنی تربیت و تہذیب کر کے اچھا اور بھلامومن بننا چاہیے۔ ⑤

**نوٹ:** ..... واضح رہے کہ بر قی روکے جھٹکوں سے ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس طرح ذبح کرنے سے خون نہیں بہتا جب کہ ذبح ایسی دھار والی چیز سے کیا جاسکتا ہے جس سے جانور کا

خون بہہ جاتا ہو۔ (سوائے ہڈی اور دانت کے) ⑥

① احمد: ۵۵۹۲۔

② احمد: ۵۵۹۲۔

③ المعجم الكبير: ۱۱۹۱۶۔

④ دیکھیے ابن ماجہ: ۳۲۱۶، ۱۲۴/۴، حاکم

۵ اربعین امام تزویی رشیدی: ۱۰۱۔

۶ ابر داؤد: ۲۸۲۴؛ نسائی: ۴۴۰۵؛ ابن ماجہ: ۳۱۷۶ - ۳۱۷۸۔

اس کے علاوہ مشینی ذبیع میں تکبیر بھی نہیں پڑھی جاتی لہذا ایسا ذبیحہ حلال نہیں۔

### افکار الحدیث و فقہ الحدیث

- ① اسلام دین رحمت و شفقت ہے حتیٰ کہ حیوانات بھی اس رحمت سے مستفید ہوتے ہیں۔
- ② اسلام کے بہت سے احکام فرض کا درجہ رکھتے ہیں۔
- ③ اسلام صرف عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں معاشرتی اور معاشی زندگی کے بارے میں بھرپور رہنمائی کی گئی ہے۔
- ④ بعض جانوروں اور بعض انسانوں کو قتل کرنا جائز ہے۔
- ⑤ زندہ یا مردہ شخص کا مثلہ کرنا منوع ہے۔
- ⑥ عمومی حکم کی بنی اسرائیل عورت بھی جانور ذبح کر سکتی ہے۔ (حدیث تقریری اور صحابیات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔)
- ⑦ قتل اور ذبح میں بھی عمدگی کو لحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔
- ⑧ حلال جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ (تاہم اونٹ کو خر کرنا افضل ہے۔)
- ⑨ کسی تیز دھار والے آبلے سے جانور ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہوتا ہے۔ (تاہم واضح رہے کہ ہڈی اور دانت سے جانور ذبح کرنا منع ہے۔)
- ⑩ تمام امور کو حسن و خوبصورتی اور عمدہ طریقے سے انجام دینا چاہیے۔
- ⑪ اسلام کی تعلیمات میں سلیقہ شعاراتی کی بہت اہمیت ہے۔
- ⑫ جانوروں کی راحت کا خیال رکھنا چاہیے۔ (انسانوں کے آرام و راحت کی فکر کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔)

## ہمہ وقت تقویٰ، گناہ کا زالہ اور اخلاق حسنہ سے پیش آنا

عَنْ أَبِي ذَرٍ جُنَاحِبِ بْنِ جَنَادَةَ، وَمَعَاذِبِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَقِ اللَّهُ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتَبْعِي السَّبِيلَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقَ النَّاسَ بِخُلُقِ حَسَنٍ. رَوَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسُخِ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوزر جندب بن جنادہ اور ابو عبد الرحمن معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو، گناہ کے ہو جانے کے بعد نیکی کرو، نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا: حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں 'حسن صحیح' ہے۔

### ابوزر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ

یہ حدیث دو صحابہ ابوزر غفاری اور معاذ بن جبلؓ سے مردی ہے۔

ابوزر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ کنانہ کے ایک قبیلہ غفار سے تعلق رکھنے کی وجہ سے غفاری کہلاتے ہیں۔ آپ کی والدہ رملہ رضی اللہ عنہا اور بھائی ائمیں رضی اللہ عنہم دونوں صحابی ہیں۔ ابوزر رضی اللہ عنہ کم کرہ کے ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپ طویل القامت تھے۔ آپ نے زادہ نہ زندگی برکی، وہ ضرورت سے زیادہ ذخیرہ کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ ان سے مردی احادیث کی تعداد ۱۸۱ ہے۔ متفق علیہ، ۲۶ صرف بخاری اور ۱۹۱ صرف مسلم میں ہیں۔

آپ نے مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع مقام رہنڈہ پر ۲۳ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور انہیں سپرد خاک کیا، پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۰ ترمذی: ۱۹۸۷

مدینہ طیبہ واپس آگئے اور وہ دس دن بعد وفات پا گئے۔

### معاذ بن جبل

حدیث کے دوسرے راوی ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل بن عمرہ بن اوس الانصاری الخزرجی ہیں جو ۱۸ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ آپ دوسری بیعت عقبہ میں ستر انصار کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے تمام معروکوں میں شرکت کی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان موآخات قائم کی۔ آپ حلال و حرام کا بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نعم الرجل (اچھا آدمی) قرار دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنایا کہ بھیجا تھا۔ آپ کی مردیات کی تعداد ۱۵ ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رملہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع شام کے ایک شہر عمواس میں طاعون عمواس (۱۸ھ) میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

### شرح الحدیث

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے یہ نصیحت فرمائی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم پوشیدہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب تم برائی کے مرتكب ہو جاؤ تو نیکی کرو۔ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا تمہارا ذرہ (کوڑا) بھی گر جائے تو کسی سے سوال نہ کرنا۔ اپنے پاس امانت نہ رکھنا اور نہ دو اشخاص کے درمیان فیصلہ کرنا۔ ① معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں! آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے مزید نصیحت فرمائیں!

آپ نے فرمایا: استقامت اختیار کرو اور اپنے اخلاق عمدہ رکھو۔ ②

① احمد: ۲۰۹۲؛ صحيح الجامع: ۲۵۴۴.

② حاکم: ۱۲۱/۱؛ مجمع الزوائد: ۸/۲۶.

بی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یہ بھیجا تو فرمایا: معاذ اللہ کا تقوی اختیار کرو، لوگوں کے ساتھ اپنے اخلاق سے پیش آؤ اور جب کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: لا الہ الا اللہ کہنا ان حسنات میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ سب سے بڑی نیکیوں میں سے ہے۔<sup>①</sup>

آپ نے زیر بحث میں نبی کریم ﷺ ابوذر غفاری اور معاذ بن جبل ﷺ کو تین باتوں کی حدیث نصیحت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر مشتمل ہے۔

(۱) تقوی اللہ: بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ کما حق اس کا تقوی اختیار کریں۔ پہلوں

﴿وَيَقُولُونَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ طَوْلَقَدْ وَصَبَّيْنَا إِلَيْنَاهُ أُولُو الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ طَوْلَقَدْ وَإِنْ تُكْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ طَوْلَقَدْ كَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا﴾<sup>②</sup>

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرنا اور اگر تم کفر کرو گے تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے پروا، ہر تعریف کا حق دار ہے۔“

تقوی ایک جامع لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت اور جلال و اکرام کو مد نظر رکھ کر اطاعت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا تقوی کہلاتا ہے۔

کامل تقوی فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محترمات و مشتبہات سے پرہیز کرنے پر مشتمل ہے۔ کبھی اس میں مندوبات کا کرنا اور مکروہات سے بچنا بھی داخل ہوتا ہے۔ دنیا کی اس خاردار واری سے دامن بچا کر گزرنا یعنی محتاط زندگی بسر کرنا تقوی ہے۔ ابن معتز فرماتے ہیں: ہر چھوٹے ہے گناہ کو چھوڑ دو یہی تقوی ہے اور زمین پر اس آدمی کی طرح چلو جو کائنے کو دیکھ کر اپنے دامن

<sup>①</sup> التمهید ۶/۵۵ . ۱۳۱ / النساء : ۴

کو بچاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی برائیوں کو بھی حقیر نہ جانو کہ بے شک پہاڑ چھوٹی چھوٹی لکنگر یا ملے وجود پاتے ہیں۔ (قطرے قطرے سے دریا بن جاتا ہے۔)

قرآن مجید میں متقین کی صفات اور ان کی جزا کا جابجا تذکرہ کیا گیا ہے۔

تقویٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ ہے جیسا کہ درج ذیل آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ﴾ ①

”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے گا۔ اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“

تقویٰ سے اللہ معاملات میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اللہ عظیم اجر عطا فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۚ﴾ ②

”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔“

تقویٰ اختیار کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ ساتھ دیتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقُوا ۖ وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۚ﴾ ③

”بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔“

زیادہ متقدی لوگ ہی اللہ کے ہاں زیادہ معزز ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَرَّةٍ ۚ وَأَنْثَى ۖ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا ۚ وَقَبَائِلَ ۖ لِتَعَاوَنُوا ۗ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَنُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ﴾ ④

”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک زار اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں

① مثلاً دیکھیے ۲/ البقرة: ۱-۵، ۱۷۷، اول عمرن: ۱۳۳-۱۳۴.

② ۶۵/ الطلاق: ۴-۳.

③ ۴۹/ الحجرات: ۱۳.

④ ۱۶/ النحل: ۱۲۸.

تو میں اور قبیلے ہنادیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کو ہم جانے والا، پوری خبر کھنے والا ہے۔“

تقویٰ اپنا نے والوں کو اللہ تعالیٰ حق و باطل میں تفریق کرنے کا ملکہ عطا فرماتا ہے، چنانچہ

ارشاد ہماری تعالیٰ ہے:  
 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا وَ مَنْ كَفَرَ عَنْكُمْ  
 سَيْقَانِكُمْ وَ يَغْفِرُ لَكُمْ طَوَّالَةً ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ①)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمہاری برا بیاں دور کر دے گا اور تینہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

تقویٰ ہر چیز (خیر) کی جڑ ہے۔②

قرآن مجید میں بہت سے اوصرونوں اسی سے پہلے یا بعد میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

تقویٰ کی اسی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ صاحبہ کرام ﷺ کو تقویٰ کی تلقین کرتے۔ آپ ﷺ کسی کو وداع کرتے اور اہتمام و عظام و نصیحت کے وقت تقویٰ کی خصوصی نہیں کرتے۔ جیسا کہ آیات خطبہ اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔③

اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں تقویٰ عطا فرمائیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ یہ دعا

کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتَّقْوَى وَالْعَفَافَ وَالْغُنْمَى . ④

”الہی! میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور تو نگری کا سوال کرتا ہوں۔“

۲) گناہوں کا ازالہ: ظاہر و پوشیدہ تقویٰ اختیار کرنے والے شخص سے بھی بشری تقاضے

۱۰/الانفال: ۲۹۔ ۱۱۳۴۹: ۲ احمد: ۱۱۳۴۹.

۱۱) ابو داؤد: ۴۶۰۷؛ ترمذی: ۲۶۷۶؛ ابن ماجہ: ۴۲؛ احمد: ۱۱۳۴۹، ۱۶۵۱۹.

۱۲) سلم: ۲۷۲۱.

سے کبھی کبھار گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔ شیطانی حملے سے ایسے لوگ چونکے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا إِذَا مَسَهُمْ طِيفٌ مِّنَ الشَّيْطَنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ

فُبَصِّرُونَ﴾ ①

”یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوٹا ہے

وہ ہشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔“

ان سے غلطی ہوتی ہے مگر یہ گناہ پر مصنوبیں رہتے بلکہ اپنے گناہوں کی اپنے رب سے فراز معافی مانگتے ہیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی لوگوں کے محتاج ہونے کے باوجود ان سے نافرمانی سرزد ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَإِحْشَأْتُمْ أَوْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفِرُوا

لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُۚ وَلَمْ يُصْرِّفُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَ

هُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ②

”اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انہوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے؛ جب کروہ جانتے ہوں۔“

گناہوں پر اصرار کرنے والے قابل مذمت ہیں، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

”رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا، معاف کرو تمہیں معاف کیا جائے گا۔ جو بات سن کر عمل

نہیں کرتے، ان کے لیے بربادی ہے۔ ان اصرار کرنے والوں کے لیے بھی تباہی

ہے جو اپنی غلطی جانتے ہوئے بھی اصرار کرتے ہیں۔“ ③

نیک اعمال انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ نیک اعمال صغیرہ گناہوں کو کا العدم

٢٠١/٧ الاعراف: ۱۳۵۔ ①

۱۳۵/۳ ال عمرن: ۲۰۱۔ ②

۶۲۰۵: احمد: ۳۔ ③

عہاد و احکام اور احلاقویات

کریمہ بن علیؑ 147

کرد چتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُؤْتَنَ الْشَّيْئَاتُ ط﴾ ①

”یقیناً نیکیاں برائیوں کو ثبت کر دیتی ہیں۔“

برائی کے بعد نیکی کرنے کی کئی صورتیں ہیں جسے انسان اپنی حالت اور برائی کی غمیت کو پہنچ رکھ کر اختیار کرے۔ سب سے پہلے استغفار کرے، درگاہ خداوندی میں توبہ کرے پھر اپنے نفس کو برائی کرنے پر تادیب کرے اور سزا دے یعنی کوئی بد نی عبادت کرے جیسے لعل نمازیں، روزے، تلاوت اور ذکر و اذکار وغیرہ۔ نیز کوئی مالی عبادت بھی کرے کیونکہ مال خرچ کرنے سے نفس کی اچھی خاصی گوشتمانی ہوتی ہے، اگر برائی کا تعلق کسی بندے کی حق تلفی سے ہے تو اس کا ایک ذم حق ادا کرنا اور اس سے معافی طلب کرنا چاہیے۔ حقوق العباد کا معاملہ بہت اہم اور مشکل ہے، وجہ اس کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے معاف کرانے سے ہی یہ معاف ہوگا۔ معاف کرانے میں تقلید شخص کے سامنے قصور کے اعتراف کا اشارہ بھی کیا جائے جیسے کسی کی غمیت کی ہے تو کہے ”برادر! میں نے آپ کے بارے میں کچھ نامناسب باتیں کی ہوں گی جو مجھے کرنی نہ چاہئیں تھیں، مجھے آپ معاف کر دیں۔“ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہے جو اسے معلوم نہیں ہے اور معلوم ہونے پر اسے زیادہ تکلیف اور دکھ ہوگا تو اسے ظاہرنہ کرے اور ایسے ہی معافی طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کا محاسبہ کیا جائے اور اس کی تادیب کی جائے۔ ارشادِ بنی ہیب ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ تَقُولُونَ لَنَنْظُرُ نَفْسٌ مَا قَرَّبَ مَتْ لِغَيْرِهِ﴾ ②

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے

لیے کیا آگے بھیجا ہے۔“ ③

گناہوں کو منانے والے پیشتر اعمال صالح یہ ہیں:

۱۸: الحشر / ۵۹: ۱۱۴ / مود: ۱۱۰

۱۰۵-۱۰۶: رجیل: ابصیر امام نووی رضی:

وضو، اذان، فرض نماز، نماز جمعہ، تہجد و تراویح، رمضان المبارک کے روزے، یوم عرفہ کا روزہ، عاشوراء کا روزہ، زکوٰۃ ادا کرنا، حج و عمرہ، حجر اسود کو چومنا اور چھوننا، جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کی راہ میں شہید ہونا، درود، اذ کار مسنونہ، سورۃ الملک کی تلاوت، کفارہ مجلس کی دعا، بازار میں داخل ہونے کی دعا، کھانا کھانے کے بعد کی دعا، نیا کپڑا پہننے کی دعا، استغفار و توبہ، تکلیف پر صبر، تقویٰ، اتباع رسول ﷺ، صدقہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ترس کھانا، راستے سے تکلیف (وہ چیز ہٹانا)، حالتِ اسلام میں بال سفید ہونا، کبیرہ گناہوں نے اجتناب، مسلمان بھائی سے مصافحہ کرنا، میت کے عیوب کی پرده پوشی کرنا، مجرم پر حد و تعزیر کا اجراء وغیرہ۔ ①

اتَّبِعُ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا  
گناہوں سے پر ہیز کیا جائے تو نیکی کرنے سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآءِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفَّرُ عَنْكُمْ سَيِّتاً لَكُمْ وَ نُدْخِلُكُمْ

مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾ ②

”اگر تم کبیرہ گناہوں، جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے، سے اجتناب کرو تو ہم تمہاری

براہیاں معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت و احترام کے مقام میں جگہ دیں گے۔“

امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ توبہ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَمْ يَتَبَّعْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ③

”اور جنہوں نے توبہ نہ کی وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اور فرائض کی ادائیگی نیت و قصد کے بغیر نہیں ہوتی۔ اگر کہاں نماز، روزہ اور دیگر فرائض کی ادائیگی سے معاف ہوتے ہوں تو توبہ کی حاجت نہ رہے جو کہ درست نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان

① تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا محمد ارشد کمال کی کتاب ”گناہوں کو منانے والے اعمال“۔

② النساء: ۳۱۔ ③ الحجرات: ۱۱۔

رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں۔ (مگر اس کے لیے شرط یہ عائد کی گئی ہے کہ)  
دسرے ماجنیت الکبائر ①

”جب کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔“

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز، اس کے لیے اچھا وضو اور خشوع و خضوع  
ساقیہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔ مالِم یأتِ کَبِيرَةً ②

”جب تک اس نے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔“

توبہ کئے اور دنیوی سزا ملے بغیر کبیرہ گناہ معاف نہ ہونے کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے۔  
عبدالله بن صالح فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا:  
اس پر میری بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کوششیک نہیں کرو گے، نہ چوری کرو گے، نہ  
بدکاری کرو گے، آپ نے انہیں ایک آیت پڑھ کر سنائی۔ تم میں سے جو اس بیعت سے وفا کرے  
اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ البتہ جو شخص ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اسے اس کی سزا  
مل گئی وہ اس کا کفارہ ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی برائی کا مرتکب ہوا مگر اللہ نے اس کی پردہ پوشی  
کر دی (کسی کو علم ہی نہ ہوا) تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر  
چاہے تو معاف کر دے۔ ③

بعض علماء کا کہنا ہے کہ وہ حدو و تعزیرات گناہوں کا کفارہ ہیں جن کے اجراء سے پیشتر مجرم  
توبہ کر لےتا ہم تو بے حد و معاف نہیں ہوتیں۔ (مرتد اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو اس پر حد  
جاری نہیں کی جاتی بشرطیکہ اس کا ارمد ادو تو ہین رسالت کی بناء پر نہ ہو۔)

﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفِرْ عَنَّا سِيَّا تَنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ ④

”ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دیجیے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر  
دیجیے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کرنا۔“

۱ مسلم: ۲۳۳۔ ۲ ایضاً: ۲۲۸۔

۳ بخاری: ۱۸؛ مسلم: ۱۹۳۔ ۴ اہل عمر: ۱۷۰۹۔

۳) خلق حسن: احکام الہیہ کی اس قدر تعمیل کہ وہ انسان کی پختہ عادت بن جائیں اور وہ انہیں بہولت ادا کرتا جائے حسن خلق کہلاتا ہے۔ حدیث فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ كَانَ الْفُرْقَانَ۔ (اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق قرآن تھا) <sup>۱</sup> سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن کے اوامر و نواعی اور احکام و آداب اس طرح اپنالیے تھے کہ وہ آپ کی طبع عادت بن گئے تھے۔ <sup>۲</sup>

حدیث میں نیکی (کی جملہ انواع و اقسام) کو عمدہ اخلاق کا نام دیا گیا ہے۔ <sup>۳</sup>

اخلاق حسنہ کی فضیلت پر چند احادیث کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں:

☆ سب سے زیادہ مکمل ایمان والا وہ مومن ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ <sup>۴</sup>

☆ مومن کو جو سب سے افضل چیز ملی ہے وہ اچھا اخلاق ہے۔ <sup>۵</sup>

☆ مومن اپنے عمدہ اخلاق کی بدولت روزہ دار اور تہجدگزار کا درجہ پالیتا ہے۔ <sup>۶</sup>

☆ میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی عمل نہیں۔ <sup>۷</sup>

☆ لوگوں کو جنت میں زیادہ داخل کرنے والا عالم اللہ کا تقویٰ اور عمدہ اخلاق ہے۔ <sup>۸</sup>

☆ حسن اخلاق اختیار کرنے والے شخص کو نبی ﷺ نے جنت کے اعلیٰ مقام میں ایک گھر کی ضمانت دی ہے۔ <sup>۹</sup>

☆ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور روز قیامت نبی ﷺ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس کا اخلاق سب سے عمدہ ہو۔ <sup>۱۰</sup>

<sup>۱</sup> مسلم: ۷۴۶۔

<sup>۲</sup> حسن خلق کے معنی و مفہوم اور ماہیت کو بطور مثال کے البقرۃ: ۷۷، الفرقان: ۲۳-۲۷، التوبۃ: ۱۱۲، المؤمنون: ۱-۱۱،

العارج: ۲۳۵-۲۳۵ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ <sup>۳</sup> مسلم: ۲۵۵۳۔

<sup>۴</sup> ابو داؤد: ۴۶۸۲۔ <sup>۵</sup> احمد: ۱۷۷۲۶۔

<sup>۶</sup> ایضاً: ۴۷۹۸۔ <sup>۷</sup> ایضاً: ۴۷۹۹۔

<sup>۸</sup> ترمذی: ۲۰۰۴، ابن ماجہ: ۴۲۴۶۔

<sup>۹</sup> ابو داؤد: ۴۸۰۰۔ <sup>۱۰</sup> ابن حبان: ۴۸۵۔

عمرہ اخلاق اختیار کرنا اخلاقِ انبیاء ﷺ سے مطابقت رکھتا ہے اس لیے ایسے لوگوں کو انبیاء،  
بل ﷺ کے قریب جگہ ملے گی۔

بل ﷺ کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:  
اُنّی نبوی کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:  
﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ ①  
”بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔“

آپ ﷺ فرماتے ہیں:  
آپ ”مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبوعث کیا گیا ہے۔“ ②

اعلیٰ اخلاقی اقدار پر فائز ہونے کے باوجود نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:  
اللٰهُ كَمَا حَسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خَلْقِي ③

”الٰہی! آپ نے جیسے میری صورتِ عمرہ بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی عمرہ  
بنادیجئے۔“

عمرہ اخلاق کے حصول اور برے اخلاق سے پناہ کے لیے افتتاح نماز کی ایک لمبی دعا میں

آپ ﷺ یہ بھی پڑھتے:  
وَاهْدِنِي لِأَخْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِنِي لَا حُسْنَهَا إِلَّا أَنْتَ  
وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ ④

”عمرہ اخلاق و عادات کی طرف میری رہنمائی فرمادیجیے۔ اچھے اخلاق کی توفیق  
آپ ہی سے مل سکتی ہے۔ برے اخلاق کو مجھ سے دور رکھیے۔ بری عادات کو (الٰہی)  
آپ ہی پھیر سکتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والے مومن اپنے آپ کو برے اخلاق سے بچاتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے:

② مؤطا، حسن الخلق، ماجاء في حسن الخلق.

٦٨٠ / القلم : ٤ .

③ مسلم : ٧٧١؛ ابو داؤد : ٧٦٠ .

٤٠٣ / احمد : ٤ .

”مومن طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، فخش گوار بیہودہ بکنے والا قطعاً نہیں ہوتا۔“ ①

**خالق النَّاسَ بِخُلُقِ حَسَنٍ** پر عمل کا یہی تقاضا ہے۔

افکار الحدیث و فقه الحدیث

- ۱ اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مجموعہ ہے۔

۲ حقوق العباد کی حیثیت دو ہری ہوتی ہے، وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا مرکب ہوتے ہیں۔

۳ خلوت و جلوت ہر دو حالت میں اللہ تعالیٰ کے رقیب (نگہبان) ہونے کا عقیدہ نگاہ میں رکھنا چاہیے۔

۴ لوگوں کو تقویٰ کی تلقین کرنا سنتِ نبوی ہے۔

۵ تقویٰ اختیار کرنا ہر انسان کے لیے لازم ہے۔

۶ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے رب و جلال سے ہمیت زدہ ہونا چاہیے۔

۷ تقویٰ بارگاہِ الہی میں جواب دہی کا تصور اجاگر کرتا ہے۔

۸ نیکی سے گناہ کو مٹانا اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا تقویٰ کے ہی مظاہر ہیں۔

۹ مومن کی شان یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی کوتا ہی ہو جائے تو وہ فوری طور پر اس کا ازالہ عملِ صالح سے کرتا ہے۔

۱۰ گناہوں کا کفارہ نیک اعمال ہیں نہ کسی کی شخصیت۔ (نصرانیوں کا عقیدہ کفارہ کئی وجہ کی بنا پر غلط ہے۔)

۱۱ نبی اعلیٰ اخلاقی اقدار پر فائز ہوتا ہے اور اس کی تلقین کرتا ہے۔ (بد اخلاق نبی نہیں ہو سکتا۔)

۱۲ مونین کو ہدایت ہے کہ وہ لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔

۱۳ اخلاقی تعلیمات اسلام کا اہم حصہ ہیں۔

١ ترمذی: ۱۹۷۷؛ حاکم ۱۲/۱

## الله تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ خَلْفَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ يَا غَلَامُ إِنِّي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ:  
أَحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظُكَ، أَحْفَظِ اللَّهَ تَجْذِهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللَّهَ،  
وَإِذَا اسْتَعْنَتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعْتُ عَلَى أَنْ  
يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا  
عَلَى أَنْ يَضُرُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَضُرُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ،  
رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحْفُ: رَوَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التَّرْمِذِيِّ: أَحْفَظِ اللَّهَ تَجْذِهُ أَمَامَكَ،  
نَعْرَفُ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَّةِ، وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَاكَ لَمْ  
يَكُنْ لِيُصَيِّبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ  
الصَّابِرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

ابو العباس عبد الله بن عباس رضي الله عنهما فرماتے ہیں: میں ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا تو  
آپ نے فرمایا: لڑ کے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں: تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر، اللہ  
تیر کی حفاظت کرے گا، تو اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھ، تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب تو  
سوال کرے تو اللہ سے کر، جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ سے مدد طلب کر، یاد رکھ ساری دنیا جمع

٠ نمرودی: ٢٥١٦، احمد: ٢٥٣٧، ح: ٢٠٧/١، حاکم: ٦٢٤/٣، المعجم الكبير:

ہو کر بھی تجھے فائدہ پہنچانا چاہے تو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے پر لے دیا ہے اور اگر سب لوگ تجھے نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس (نقصان) کے جو اللہ نے تیرے مقدر میں کر دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیح خیک ہو چکے ہیں (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ترمذی کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ) توان (کے حقوق) کی حفاظت کرتے تو اسے اپنے سامنے پائے گا، تو خوشحالی میں اللہ کی طرف رجوع کرو وہ تنگ دستی کے وقت تیری مدد فرمائے گا۔ یاد رکھ جو چیز تجھے نہیں مل سکی وہ تمہیں مل ہی نہیں سکتی تھی، جو کچھ تجھے مل گیا اس سے ٹوہر و مہم نہیں رہ سکتا تھا۔ جان لے کہ (اللہ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور تکلیف کے بعد کشادگی آتی ہے اور تنگی کے بعد آسانی ہے۔

### عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام ام الفضل ہے، جو ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۳ برس تھی۔ حدیث میں ان کے لیے لفظ غلام استعمال ہوا۔ عربی زبان میں عمر کے تیرے سال کے آغاز سے لے کر ۹ سال کے آخر تک کے لڑکے کو غلام کہتے ہیں۔

بigr العلوم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں میں سے ہڑ و افر ملا۔

تاتا ہم کم سنی کی وجہ سے آپ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ احادیث روایت نہیں کر سکے۔ آپ کی روایات کی تعداد ۲۶ کے لگ بھگ ہے۔ آپ کی پیشتر روایات کبار صحابہ سے مردی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے آپ کو تفسیر القرآن میں نمایاں مقام حاصل ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت تکریم کرتے تھے۔ آپ عمر کے آخری حصے میں ناپینا ہو گئے تھے۔

آپ نے طائف میں ۲۸ ہیں دفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن

العفیفہ نے پڑھائی۔ آپ طائف میں ہی پر دخاک کئے گئے۔

**شرح الحدیث**  
 اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے چند ایسی فصیحتیں فرمائیں جن پر اہتمام کے ساتھ عمل کرنا ہا ہے۔ ان کلمات کو نبی اکرم ﷺ نے اہتمام اور تاکید کے ساتھ سکھایا۔ ان باقتوں پر عمل کرنے کے انسان کی زندگی میں اطمینان و سکون پیدا ہو جاتا ہے۔  
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اکرم ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے یا سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسرا مفہوم زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ردیف کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو سواری میں پیچھے بیٹھنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کے ارداف (ردیف کی جمع) میں شمار کیا جاتا ہے۔ ارداف رسول ﷺ کی تعداد میں سے کچھ زیادہ ہے۔

فصیحتیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ امام ابن رجب حنبلي رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب بعنوان ”نور الاقتباس فی مشکاة و ضیة النبی ﷺ لابن عباس“ لکھی ہے۔ اس حدیث میں مندرجہ ذیل فصیحتیں کی گئی ہیں:  
 ۱: پہلی فصیحت اَخْفَظِ اللَّهُ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود، حقوق اور امر و نواہی کی حفاظت کی جائے۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی اور ان کے لیے انعامات کا اعلان فرمایا ہے۔ جیسا کہ «هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٌ» ۱ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

شریعت اسلامیہ میں وضو، نماز، قسم، نگاہ، شرمگاہ اور زبان وغیرہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ اَخْفَظِ اللَّهُ کے الفاظ سے مراد اللہ تعالیٰ کو نگاہ میں رکھنا اور اسے یاد رکھنے کا مفہوم بھی داہل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاس اور دھیان رکھنے والے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کی حفاظت کرے گا۔ جیسا عمل تھا ویسا ہتھ صلدیا گیا۔ کئی آیات کریمہ میں الجزاء من ۱/۳۲۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔

جنس العمل کا تذکرہ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِيَّتِي أُوفِي بِعَهْدِكُمْ﴾ ①

”اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا۔“

﴿فَإِذَا كُرُونَى آذِكُرُكُمْ﴾ ②

”تو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔“

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرُكُمْ﴾ ③

”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔“

اس نصیحت پر عمل کرنے والے کی دنیوی مصلحتوں جیسے جسم و جان، اہل و عیال اور اولاد کی

اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَهُ مُعِيقَتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ط﴾ ④

”اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت

کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و حفیظ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دعا کرتے کہ وہ آپ کی

حفاظت فرمائے۔ ⑤

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ایسے طریقوں سے حفاظت فرماتا ہے کہ لوگوں کو ان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ ⑥

حفاظت کی اعلیٰ شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دین و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور اسی پر اس کا خاتمه ہوتا ہے۔ جیسے کہ حضرت یوسف عليه السلام کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔

① ۲/البقرة: ۴۰۔ ۲/البقرة: ۱۵۲۔

② ۴۷/محمد: ۷۔ ۱۳/الرعد: ۱۱۔

③ ریکیے بخاری: ۶۳۲؛ مسلم: ۲۷۱۴؛ ابو داؤد: ۵۰۷۴؛ مسند احمد: ۴۰۵۴۔

④ مسلم: ۱۹۳۵، ۲۵۰۰، ۳۰۰۰۔

بِي أَكْرَمِ مَسَافِرِكُو اسْ دُعاَكَ سَاتِهِ الْوَدَاعَ كَتَبَتْ:  
أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَآمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ ۖ ۠  
”مِنْ آپ کے دین، آپ کی امانت اور آپ کے عمل کے انعام کو اللہ کے  
واے کرتا ہوں۔“

حدیث نبوی ہے کہ ”جب کسی چیز کو اللہ کے پروردہ دیا جاتا ہے تو اللہ اس کی حفاظت

کرتا ہے۔“  
حدیث نبوی میں آنے والے الفاظ تَجْدِيدُ تُجَاهَكَ یا تَجْدِيدُ آمَانَكَ کا مطلب ہے  
کہ جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود اور حقوق کی پاسداری کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس اعتبار سے اپنے  
ساتھ اور سامنے پائے گا کہ وہ اس کی نگہبانی فرماتا ہے، اللہ کی مد و نصرت اس کے شامل حال ہو  
جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غارِ ثور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:  
ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیرا اللہ بھی ہے:

﴿لَا تَحْزُنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ ۹

”غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ ۹

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس معیت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۹

۱..... تَعْرَفَ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّحَاءِ يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَّةِ میں نبی اکرم ﷺ نے  
ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی کہ نعمت و خوشی اور فراؤانی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ۔ اس کی جان  
پچان رکھ۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ انسان خوشحالی اور نعمتوں کی فراؤانی میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا  
ہے۔ ۲ کشائش کو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ماننے کے بجائے اپنی محنت و صلاحیت کا شمرقرار دیتا

۱ ابو داؤد: ۲۶۰۰؛ احمد: ۲/۳۸.

۲ عمل الیوم واللیلة: ۱۷؛ ابن حبان: ۲۳۷۶.

۳ بخاری: ۴۶۳؛ مسلم: ۲۳۸۱.

۴ التوبۃ: ۴۰.

۵ رک्यہ النحل: ۱۲۸؛ طہ: ۴۶؛ الشعرا: ۶۲؛

۶ رک्यہ بونس: ۱۲؛ الزمر: ۸؛ حم السجدة: ۴۹-۵۱.

ہے۔ یہ قارون کی اور مشرکانہ سوچ ہے۔  
انسان اگر مصیبت اور تگ دستی میں اللہ کا ہتھ ج ہوتا ہے تو آسانی اور فراخی میں بھی اسے اسی

کا دست نگر ہونا چاہیے۔ بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب کہا ہے ٹ  
 ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا  
 ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا  
 جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی  
 جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

ارشاد نبوی ہے:

”جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیے کہ فراغی کی حالت میں کثرت سے دعا کرے۔“<sup>۱</sup>

فرعون نے اللہ تعالیٰ کو فرماویں کر دیا تھا مگر جب اس پر کڑا وقت آیا تو اس نے ایمان لانے کا اعلان کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اب! جب کہ اس سے قبل تو نے نافرمانی کی اور تو فساد پھیلانے والوں میں سے تھا۔“

جو لوگ صحت و عافیت اور آسودگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں جب ان پر مشکل وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی دشکیری فرماتا ہے۔ حضرت نوح، حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ ﷺ اور حضرت محمد ﷺ پر مشکلات آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔

۳:.....ابن عباسؓ کو آپ ﷺ نے ایک نصیحتہ فرمائی:-

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللَّهَ.

<sup>٢</sup> ترمذى: ٣٣٨٢؛ الصحيحة: ٥٩٣. ١٠ / يونس: ٩١.

”توجہ بھی سوال کرے تو اللہ سے کر۔“

ایک اور حدیث میں ہے: جو شخص اللہ سے نہ مانگے تودہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ ①

ایک اور حدیث میں ہے:  
ایک صاحب حیا و کرم ہے۔ جب آدمی اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم

آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کر دے۔“ ②

اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ط﴾ ③

”اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔“

ایک حدیث قدیمی میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

”کوئی ہے مجھے پکارنے والا؟ میں اس کی پکار کا جواب دوں، ہے کوئی سائل؟ کہ میں اسے عطا کروں، کیا کوئی ہے بخشش مانگنے والا؟ میں اسے بخش دوں۔“ ④

سارے نبی اللہ تعالیٰ کے در کے سوالی تھے جیسا کہ ان کی دعاؤں سے ظاہر ہے اور افضل ارسل محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسے سئل کر رہا تھا: ”اللہ تعالیٰ آپ سے سوال کرتا ہوں“ کی صدا لگاتے

تھے۔ ⑤

الہذا مانگنا اس سے چاہیے جس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں، جن میں کوئی کی واقع نہیں ہوتی۔ جو مانگنے سے ناراض نہیں بلکہ خوش ہوتا ہے۔

..... نبی اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ایک نصیحت یہ کی:  
وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ .

”جب بھی ٹو مدد مانگے تو اللہ سے مانگ!“

۱) ترمذی: ۳۳۷۳؛ ابن ماجہ: ۳۸۲۷.

۲) ابو داؤد: ۱۴۸۸؛ ترمذی: ۳۵۵۶؛ ابن ماجہ: ۳۸۶۵.

۳) النساء: ۳۲. ۴) بخاری: ۱۱۴۵؛ مسلم: ۷۰۷.

۵) احمد ۱/۳۹۱: ۳۷۱۲.

صرف اللہ سے مدد مانگنے کا اقرار مسلمان ہر نماز میں کرتے ہیں:

﴿وَإِيَّاكَ نُسْتَعِينُ ﴾<sup>۱</sup>

”اور ہم آپ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔“

وہی ہے جو مافق الاصاب لاقاروں اور بے بسوں کی پکارتا ہے اور مدد فرماتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مشکلات کو کشا کرنے والا نہیں۔<sup>۲</sup>

ارشاد نبوی ہے:

”تم اس چیز کے لیے کوشش کرو جو تمہیں فائدہ پہنچائے، اللہ سے مدد مانگو اور درماندہ ہو کر نہ بیٹھو۔“<sup>۳</sup>

جو شخص اللہ سے مدد مانگنا چھوڑ دیتا ہے اور غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے جس سے اس نے مدد مانگی ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ شخص ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔<sup>۴</sup>  
امام حسن بصری رض نے عمر بن عبد العزیز رض کو لکھا کہ غیر اللہ سے مدد نہ مانگنا ورنہ اللہ تجھے اسی کے حوالے کر دے گا۔<sup>۵</sup>

انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے تھے مثلاً نوح صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَدَعَ عَارِبَةَ آتَى مَغْلُوبٍ فَأَنْتَصَرُ ﴾<sup>۶</sup>

”اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرمادیجیے۔“

۵:..... ابن عباس رض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نصیحت یہ کی کہ تمام خلقت مل کر بھی تمہارا نفع و تقدsan نہیں کر سکتی، مگر اسی قدر جو تمہارے مقدر میں ہے۔ لکھی ہوئی تقدیر کو ایک عرصہ ہو چکا ہے، لکھنے والے قلم اٹھا لیے گئے ہیں، جن صحیفوں میں تقدیر لکھی گئی تھی وہ بھی خشک ہو چکے ہیں اور

۱/ الفاتحة: ۵.

۲/ دیکھئے ۲۷/ النمل: ۱۰۶۲ / یونس: ۸، ۱۰۶ - ۱۰۷ / الاعراف: ۱۹۱ - ۱۹۴.

۳/ جامع العلوم والحكم ص: ۲۵۷.

۴/ مسلم: ۲۶۶۴.

۵/ ۵۴ / القمر: ۱۰.

عقائد و احکام اور اخلاقیات

161

و کچھ طاہر ہے وہی مانا تھا۔ جو نہیں ملا وہ مانا ہی نہیں تھا، کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بھاڑ سکتا۔  
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی بد نہیں سکتا وہ اگر کسی کو پھر دینا چاہتے تو کوئی  
رس نہیں سکتا اور جس سے وہ روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس  
کائنات کا مختار کل ہے۔ اسی کے حکم سے سب کچھ ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَنِّيُصِيبُنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا﴾ ①

”کہہ دیجیے ہمیں وہی پہنچ گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے اور وہی ہمارا  
کار ساز ہے۔“

﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقُتْلُ إِلَى  
مَضَاجِعِهِمْ﴾ ②

”کہہ دیجیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا تکھا تھا  
وہ اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔“

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةً فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتْبٍ مِنْ قَبْلِ  
أَنْ تَبْرَأَهَا طَإِنْ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ تَكِيلًا تَأْسُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا  
تَفْرَحُوا بِمَا أَتَكُمْ ۝﴾ ③

”کوئی مصیبت زمین پر اور خود تم پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں  
ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ یہ (کام) اللہ کو آسان ہے، تاکہ جو چیز تم سے  
چھوٹ گئی ہے اس کا غم نہ کھایا کرو اور تمہیں اس نے دیا ہواں پر اترایا نہ کرو۔“

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُهِمْسَكَ لَهَا حَ وَمَا يُمْسِكُ لَا مُرْسِلٌ  
لَهُ مِنْ بَعْدِهِ طَ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ④

١٥٤ / ۳ / اول عمرن: ۵۱ / التوبۃ: ۹۰

۲ / ۳۵ / فاطر: ۲ / ۵۷۰ / الحدبہ: ۲۲ - ۲۳

عقول و احکام اور اخلاقیات  
”جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں  
اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب،  
کمال حکمت والا ہے۔“

ارشادِ نبوی ہے:

”ہر چیز کی ایک حقیقت ہے، بندہ ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا  
جب تک وہ جان نہ لے کہ اسے جو کچھ میرا آیا ہے وہ اس سے چھوٹنے والا نہیں تھا  
اور جو کچھ چھوٹ گیا وہ اسے ملنے والا ہی نہ تھا۔“ ①

لہذا مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے۔ مومن کے لیے اللہ کا ہر فیصلہ  
باعثِ خیر ہوتا ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اگر نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے۔ ②  
نبی اکرم ﷺ اپنی دعائیں یہ الفاظ بھی پڑھتے تھے:  
عَدْلٌ فِي فَضَائِكَ ③

”(اللہ!) میرے بارے میں آپ کا فیصلہ سرا اسر عدل ہے۔“ ④

.....نبی اکرم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ایک یہ بات یاد رکھنے کی تلقین فرمائی کہ  
النَّصْرُ مَعَ الصَّابِرِ یعنی اللہ کی مدد و صبر کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں صبر کے ساتھ  
اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ تَعْيَنُوا بِالصَّابِرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ⑤﴾

”ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے اللہ سے مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے  
ساتھ ہے۔“

① ابو داؤد: ۴۶۹۹؛ احمد: ۲۶۲۱۸.

② مسلم: ۲۹۹۹؛ ترمذی: ۲۳۹۶؛ نسائی: ۱۲۳۷.

③ احمد ۱/ ۳۹۱.

④ تقدیری کی مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر ۱۱۲ اور ۳۲ کا مطالعہ کریجئے۔

⑤ البقرة: ۲/ ۱۵۳.

ارشادِ الہی ہے:  
 (قَالَ الَّذِينَ يَظْهُرُونَ أَنَّهُمْ مُلْقُو النَّارِ لَا كَفَرَ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٌ غَلَبَتْ فِتْنَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ طَوَّا اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝) ۱

”جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ انہیں اللہ کے رو برو حاضر ہونا ہے، وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ صبر و استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ایک اور آیت کریمہ میں ہے:  
 (فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ طَوَّا اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝) ۲

”اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔“

غزوہ بدرا میں صبر و ثبات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور وہ قلیل ہونے کے باوجود کثیر گروہ پر غالب آگئے۔ واضح رہے کہ صبر کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کی درج ذیل تین صورتیں بیان کی ہیں:

: ۱: معصیتِ الہی سے صبر (گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے نفس پر قابو رکھنا یعنی نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ ۳

: ۲: اطاعتِ الہی پر دوام اور ثابت قدمی۔

: ۳: مصائب پر صبر، یعنی شکوہ و شکایت نہ کرنا۔ ۴

۱: البقرة: ۲۴۹. ۲: الانفال: ۶۶. ۳: ترمذی: ۱۶۲۱.

۴: تفصیل کے لیے دیکھیے طریق الهجرتین و باب السعاد تین لابن قیم، (خش نصیبی کی رائیں) ترجمہ تفسیص اور تعلیقات از راقم الحروف، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور۔

نبی اکرم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ تعلیم بھی دی کہ یاد رکھو ٹکالیف و مصادر کے بعد کشادگی اور فراثی آتی ہے۔

انبیاء و رسول ﷺ کے حالات و واقعات سے بھی یہی درس ملتا ہے۔

الفَرَجُ مَعَ الْكَرْبِ کا اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے:  
 ۱﴿لَوْهُ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنْطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ط﴾

”اور وہی تو ہے جو لوگوں کے نامید ہو جانے کے بعد بارش بر ساتا ہے اور اپنی رحمت (بارش) کو پھیلا دیتا ہے۔“

۲﴿فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبِشُونَ فَلَمَّا وَلَّ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمْ يُبْلِسِنَ﴾

”پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اسے بر سادیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں جب کہ وہ بارش کے اتنے سے پہلے تو نامید ہو رہے تھے۔“

۳﴿لَهُتَّى إِذَا سَتَّيْسَ الرَّسُولُ وَظَلَّنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كُنْدُ بُوْجَاءَهُمْ نَصْرُنَا﴾

”یہاں تک پیغمبر جب (لوگوں کے ایمان لانے اور نصرت الہی کے نزول سے) مایوس ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جوبات انہوں نے کہی تھی اس میں) وہ پچھے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔“

۴﴿لَهُتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَّى نَصْرُ اللَّهُ طَ إِلَّا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

”حتیٰ کہ رسول اور مومن لوگ، جو ان کے ساتھ تھے، سب پکارا ٹھی کہ کب اللہ کی مدد آئے گی؟ دیکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔“

لہذا تکالیف و شدائد میں صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور

۱/۴۲ الشوری: ۲۸۔

۲/۳۰ الروم: ۴۸ - ۴۹۔

۳/۱۲ یوسف: ۱۱۰۔

۴/۲ البقرة: ۲۱۴۔

نَرْحَمَتِ الَّهِيَّ سَمِاعَ مَا يُوَسْكِنُ هُوَ بِهِ مَنْ يَعْلَمُ  
 (يَلَمِنِي أَذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَائِنُكُسُوا مِنْ رَوْجِ اللَّهِ طِ  
 إِنَّهُ لَا يَأْئِسُ مِنْ رَوْجِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۚ) ۝

”بیٹو! (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ! یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے نامیدنیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔“

۸.....آخر میں نبی اکرم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد رکھنے کی تلقین کی کہ تنگی کے بعد آسانی بھی ہے۔ یہ اصول قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدًا عُسْرًٍ يُسْرًا ﴾ ②

”عقریب اللہ تعالیٰ کے بعد آسانی کر دے گا۔“

اک اور مقام پر تکرار اور تاکید کے ساتھ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَإِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا لَا إِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ﴾ ③

”بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔“

نبی اکرم ﷺ کے بعد جو آسانی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی تھی یہاں اس کا تذکرہ کیا گیا

بے جیسا کہ ان آیاتِ کریمہ سے ظاہر ہے:

۝ اللَّمَّا نَسْرَحْتُ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَهُ ﴿٤﴾

"کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ اور ہم نے آپ سے آپ کا

بوجھ اتار دیا۔ وہ جس نے آپ کی پشت توڑ دی۔ اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا

ذکر بلند کردیا۔

٦٥ / الطلاق: ٧.

۱۲۰ / یوسف: ۸۷

٤-١: شرح المثل / ٩٤

٩٤٠/المشرح: ٥-٦

اس سورت کے آخر میں تنگی سے نکلنے کا نسخہ بھی بتایا گیا اور وہ عبادت میں محنت کرنا اور رب کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

### افکار الحدیث و فقہ الحدیث

① ایک سواری پر دو آدمیوں کا سوار ہونا آدابِ اسلامی کے منافی نہیں۔ (بشر طیلہ کوئی دمری ممانعت نہ ہو۔)

② نبی اکرم ﷺ کے ساتھ برابر بیٹھنا بے ادبی شمار نہیں ہوتا تھا۔

③ نبی اکرم ﷺ میں عاجزی و انکساری پائی جاتی تھی۔

④ گفتگو با مقصد اور مفید ہونی چاہیے۔

⑤ بچوں کو اسلامی عقائد و اعمال بالخصوص عقیدہ توحید سے روشناس کرنا انسنت نبوی ہے۔

⑥ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی معرفت کے بہت سے دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔

⑦ اسلامی عقائد و شرعی احکام و آداب کے دنیوی فوائد بیان کرنا خلاف شریعت نہیں۔

⑧ جیسا عمل ہو ویسا ہی صلہ ملتا ہے۔

⑨ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کا خیال رکھتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے۔

⑩ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

⑪ اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

⑫ اللہ نہ چاہے تو کوئی کسی کا نقصان نہیں کر سکتا۔

⑬ کشادگی اور فراغی کی حالت میں یادِ الہی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

⑭ نیک اعمال کا صلہ دنیا میں بھی مل سکتا ہے۔

⑮ تکلیف میں بیتلہ شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ کوئی بھی مصیبت مستقل نہیں رہتی۔

⑯ مافق الاصباب طریقے سے نہ کسی سے سوال کیا جائے اور نہ مدد مانگی جائے۔

نقدی بہت پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔

(17) النافع، الضار، المعطی اور المانع صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(18) تمام حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے اور صابر و شاکر رہنا چاہیے۔

(19) فرج و کرب اور عسر و یسر ہر دو حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔

(20) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(21) صبر و استقامت سے ہر مصیبت کو برداشت کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ